حیات اُستاذ العُلما

مولانا یار محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ

حسب الارشاد

تاج الفقہا حضرت صاحب زادہ علامہ محمد عبدالحق بندیالوی

سوانح نگار

علامہ غلام رسول سعیدی
شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ، کراچی

تجدید و اضافہ

صاحب زادہ ڈاکٹر محمد انوار الحق بندیالوی
میڈیکل اسسٹنٹ محکمہ صحت

دار الاسلام • لاہور

حیاتِ

اُستاذ العلما فقیہ العصر

مولانا یار محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ

حسب الارشاد

تاج الفقہا حضرت صاحب زادہ علامہ محمد عبدالحق بندیالوی مدظلہ

سوانح نگار

علامہ غلام رسول سعیدی
شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ، کراچی

تجدید و اضافہ

صاحب زادہ ڈاکٹر محمد انوار الحق بندیالوی
میڈیکل اسسٹنٹ محکمۂ صحت

دارُالاسلام
دُکان: ۵، زیریں منزل جیلانی سنٹر، اِحاطہ شاہ دریاں، اُردو بازار، لاہور 042-37361230

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ
اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ

فیضانِ نورِ علم

امامِ اعظم علی الاطلاق بانیٔ فقہ حنفی
ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی

امام المتکلمین مصحح عقائد المسلمین
ابو منصور محمد ماتریدی

غوثِ اعظم شیخ طریقت
محی الدین عبد القادر جیلانی

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی
شیخ احمد فاروقی سرہندی

برکۃ المصطفیٰ فی الہند شیخ محقق
شاہ عبد الحق محدث دہلوی

شیخ الاسلام اعلیٰ حضرت، امام اہلِ سنت
شاہ احمد رضا خان بریلوی

میرِ کارواں
نباضِ عصر محافظِ اسلام کنز العلما سماحۃ الشیخ
حضرت ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی
بانی ادارہ صراط مستقیم پاکستان

اربابِ شوریٰ
حکیم محمود احمد برکاتی
ڈاکٹر ظہور احمد اظہر
راجا رشید محمود
خواجہ رضی حیدر
خلیل احمد رانا

صاحب الارشاد: مفتی غلام حسن قادری

سلسلۂ مطبوعات 10
طبع دوم محرم 1433ھ
دسمبر 2011ء
قیمت 80 روپے

ناشر محمد رضاء الحسن قادری

عرضِ ناشر

الحمد للّٰہ الملک القدّوس، السلام علی دین الاسلام و الصلاۃ و السلام علی النبیّ الھادی للاسلام و علی الہٖ و صحبہٖ و عترتہٖ فی دار السلام ھم الذین جعلوا بسعیھم دار الکفر دار الاسلام۔ امّا بعد

''دارُ الاسلام، لاہور'' کے اِحیاے تراثِ علمیہ اِسلامیہ کے وسیع تر گراں قدر اِشاعتی پروگرام میں بحمد اللہ القدوس برِ عظیم کی کثیر نام ور قد آور افاضل اماثل شخصیات کی بیسیوں تیسیوں علمی تحقیقی ادبی فنی تاریخی نگارشات شامل ہوچکی ہیں، خصوصاً وہ علماے اعلام جن کی یادوں کے نقوش کسی قدر تو زمانے کی دست بردنے مٹا ڈالے، لیکن اپنوں کی غافلی اُن کے اِتلافِ حقوق کی سب سے بڑی جرم دار ٹھہری، اُن کی ذاتی تحریرات کو تحقیق کے نستعلیقی اُصولوں اور طباعت کے عصری تقاضوں کے مطابق شائع کرنا اِس وقیع وجلیل منصوبے کا مرکزی نقطۂ عمل ہے، ثانیاً وہ مواد جو اِن اعیانِ اُمت کے سوانح وحوادثِ زندگی پر مبنی ہو۔ ربِّ کریم زاد فضلہ العمیم کو منظور ہوا تو جلد ہی نایاب اور کم یاب قسم کی کتب کی ایک معقول تعداد اہلِ اِسلام کے باذوق حلقے کی خدمت میں پیش کی جائے گی۔ واللہ ولی التوفیق وبہ نستعین۔

اِس وقت جو کتابِ سعید قارئین کے زیرِ مطالعہ ہے وہ پہلی بار محرم ۱۳۸۹ھ/ اپریل ۱۹۶۹ء کو مکتبہ اِمدادیہ مظہریہ، بندیال سے چھپی تھی۔ للّٰہ الحمد اب ۴۴ سال بعد صاحبِ سوانح حضرت اُستاذ العلما مولانا یار محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے ۶۶ ویں سالانہ عرسِ مبارک (بہ اِعتبارِ سنہ ہجری) پر اِس کی اِشاعتِ ثانیہ کا متبرک ومتشرف موقع نصیب یاور ہوا ہے۔

کتابِ ہٰذا کے پہلے ایڈیشن پر سوانح نگار کی حیثیت سے کسی خاص فرد کا نام رقم نہیں تھا، سرورق پر فقط یہ الفاظ ''بہ حکم مولانا محمد عبد الحق صاحب خلف الرشید اُستاذ العلما بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ'' لکھے تھے، البتہ بعض قرائن اور مسموعہ روایات سے پتہ چلتا تھا کہ یہ علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ کے رشحاتِ قلم ہیں۔ چناں چہ تحقیقِ حق کی غرض سے مؤرخہ ۱۸ محرم/ ۱۴ دسمبر بہ روز بدھ علامہ

سعیدی دامت برکتہ سے بہ ذریعہ برقی رابطہ شرفِ کلام حاصل ہوا تو آپ نے فرمایا کہ جامعہ نعیمیہ، لاہور کی تدریس کے ابتدائی عرصے میں یہ کتاب لکھی گئی اور آپ کی تصانیف میں اوّلیت کا درجہ رکھتی ہے نیز یہ کہ عبارت بتمامہ آپ کی اِنشا کردہ ہے جب کہ آپ کے ایک شاگرد نے اِس کی اِملا کی۔ پہلے ایڈیشن کی تصحیح ملک محمد اکبر خان ساقی صاحب مرحوم نے کی تھی اور اِبتدائیہ لکھا جیسا کہ مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمہ اللہ نے کتاب کے آخر میں مندرج تاثرات میں علامہ سعیدی کے ساتھ ان کی کاوش کا بھی ذکر کیا ہے۔ یہ خصوصی معلومات محققین کے لیے پیش کی گئی ہیں جو ازحد ضروری تھیں۔

دوسرے ایڈیشن کے لیے جناب صاحب زادہ ڈاکٹر محمد انوار الحق بندیالوی زیدمجدہٗ نے خوب تحریک کی اور تعاون فرمایا۔ اپنی تمام تر مصروفیات کو معطل کر کے آں جناب اپنے والدِ گرامی حضرت تاج الفقہا علامہ عبدالحق بندیالوی کے حکم پر لاہور پہنچے اور تین دن رات کی مسلسل کوشش سے کتاب میں مناسب مقامات پر بہ قدرِ ضروری تجدید و اضافہ کیا جس سے اِس کی اہمیت یقیناً دو چند ہو گئی ہے۔ مولانا الشیخ علی احمد سندھیلوی صاحب (شیخ الحدیث جامعہ ہجویریہ، داتا دربار، لاہور) نے حضرت اُستاذ العلما رحمہ اللہ کی اسناد مرتب کر کے عنایت فرمائیں۔

اللہ رحیم و کریم حضرت اُستاذ العلما کے علمی و رُوحانی فیوض سے ہمیں خاص حصہ نصیب فرمائے اور ہماری سعی کو درجۂ قبول عطا فرمائے!

محبّ العلما
محمد رضاء الحسن قادری
خمیس ۱۹ محرم ۱۴۳۳ھ/ ۱۵ دسمبر ۲۰۱۱ء

*****

کتاب ملنے کے پتے

* جامعہ مظہریہ امدادیہ بندیال شریف تحصیل قائد آباد ضلع خوشاب 0301-6344013
* مکتبہ سلطانیہ رضویہ تحصیل والی مسجد، خوشاب شہر
* قاری محمد امین چشتی؛ غوثیہ مسجد، باغ سرداراں، غزنی روڈ، راول پنڈی 0345-5953850
* مولانا قاضی محمد اِقبال قادری؛ جامعہ مبارکیہ، ڈیفنس، کراچی 0300-2132366

فہرست



گل دستۂ عقیدت

بہ حضور

فقیہ العصر قبلہ اُستاذ العلما مولانا یار محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ

از نتیجۂ فکر

اُستاذ الاساتذہ حضرت مولانا علامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ

شدہ اُو را ید طولیٰ بہ منقول
بدہ در مرتبۂ اُولیٰ بہ معقول
دلش روشن زِ انوارِ الٰہی
بیانش گنجِ اَسرارِ الٰہی
وَ اِنْ غَابَ وَ لٰکِنْ ضو فشاں ماند
سراجِ صد ہزاراں زونشاں ماند
ہمہ عمرش بہ زُہد و اِتقا رفت
عطا گوید بہ عشقِ مصطفیٰ رفت

رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی

پیش لفظ: زندہ قومیں اپنے جلیل القدر رہنماؤں اور بزرگوں کی یاد ہمیشہ تازہ رکھتی ہیں اور جو قومیں ایسا کرنے میں سستی کا مظاہرہ کرتی ہیں وہ موت کے بے رحم ہاتھوں میں آ کر اِس دُنیا سے ایسے مٹ جاتی ہیں جیسے ان کا وجود بھی نہیں تھا۔

زیرِ نظر کتاب اُس مردِ مجاہد کی سوانح حیات پر مشتمل ہے جسے دُنیا اُستاذ العلما مولانا یار محمد صاحب بندیالوی (ؒ) کے نامِ نامی و اسمِ گرامی سے جانتی ہے۔ علومِ دینیہ کے اِس چراغ نے اپنی ضیاؤں سے برصغیر پاک و ہند کو منور فرمایا وہ ارضِ بندیال پر ابرِ رحمت بن کر برسا اور اسے سرسبز و شاداب کیا۔ وہ اس علاقہ میں وہابیت کے خس و خاشاک کے لیے سیلاب، نجدیت کے ایوانوں کے لیے زلزلہ اور حق کے متلاشیوں کے لیے روشنی کا مینار ثابت ہوا۔ مولانا یار محمد صاحب کے متعلق مختصر طور پر کہا جا سکتا ہے کہ وہ عادتاً خوش گفتار، مزاجاً ملنسار اور فی الجملہ باغ و بہار شخصیت کے مالک تھے۔ وہ فقر و اِستغنا کی سلطنت کے تاج دار تھے۔ ان کے چہرہ سے شہنشاہوں کی بے نیازی ٹپکتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کے سامنے کسی بڑے سے بڑے دُنیا دار اِنسان کو ناحق بات کہنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ ان کی زبان میں اثر بھی تھا اور گداز بھی، اُن کی لَے میں سوز بھی تھا اور ساز بھی، اُن کے زمزموں میں عشق بھی تھا اور پرواز بھی، بلکہ یوں کہیے کہ ان کے ہاں ناز بھی تھا اور نیاز بھی، ان کی نگاہوں میں ذوالفقار کی چمک تھی، چہرہ پر ابوذر کا اِستغنا تھا، طبیعت میں حیدری فقر تھا، چال ڈھال میں عثمانِ غنی کا حیا اور لب و لہجہ میں عمر فاروق کا وقار تھا۔

عربی میں ایک کہاوت ہے کہ حسن وہ ہوتا ہے جس کا سوکنوں کو بھی اِعتراف ہو۔

مولانا یار محمد صاحب کے مخالف بھی ان کی علمی وجاہت اور دیانت کا اِعتراف کرتے ہیں اور یہ اِعزاز کسی بھی شخص کے لیے ایک بہت بڑا اِعزاز ہے۔ اس اعزاز کے پانے والے مردِ کامل کے حالات آپ آئندہ صفحات پر ملاحظہ فرمائیں گے۔

زیرِ نظر کتاب مظہرِ اُستاذ العلما حضرت العلامہ الحاج صاحب زادہ محمد عبدالحق صاحب مدظلہٗ ابن استاذ العلما بندیالوی مرحوم کے فرمان پر ترتیب دی جا رہی ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اِس نیک بندے کے طفیل ہماری اِس ناچیز کوشش کو قبول فرما کر اپنی رحمتِ دائمی کا ذریعہ بنائے اور اپنے فضلِ خاص سے نواز کر مقبولِ عام فرمائے۔ آمین!

طالبِ دُعا: خادمِ علمائے حق محمد اکبر ساقی اترا ناظمِ اعلیٰ مرکزی انجمن تحفظ ناموسِ رسالت

ذوالحجہ ۱۳۸۷ھ۔ قائد آباد ضلع سرگودھا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

آفتابِ علم وعرفان کا طلوع

؎ عمرہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات

تا ز بزمِ عشق یک دانائے راز آید بروں

زمین اپنی بقا میں اہل اللہ کی محتاج ہے۔ فلک اپنے قیام میں صالحین کا محتاج ہے۔ ارض و سما کی یہ ہستی وجودِ اتقیا سے عبارت ہے اس لیے عالم کا ذرّہ ذرّہ کاملین کے لیے تڑپتا ہے۔ عبادِ مکرمین کے لیے دُعائیں مانگتا ہے۔ خدائے لم یزل سے رحمت کی بھیک طلب کرتا ہے۔ پھر جب یہ دُعائیں باریاب ہوتی ہیں تو مولائے کائنات کسی مردِ حق کو پیدا فرما دیتا ہے اور اِس طرح ظلم و عدوان کی ویرانیاں اِطاعت و اِمتثال کے نخلستانوں سے بدل جاتی ہیں۔ جو لوگ علمائے اہلِ سنت سے ارتباط رکھتے ہیں وہ اس حقیقت سے ناواقف نہیں کہ آج میدانِ تحقیق میں اِمتیاز رکھنے والے چوٹی کے تمام علما بلاواسطہ یا بالواسطہ فقیہ العصر استاذ العلما حضرت مولانا یار محمد صاحب بندیالوی ؒ سے نسبتِ تلمذ رکھتے ہیں۔ بہت سے درویشانِ خدا ایسے بھی ہوتے ہیں جو شہرت کی نگاہوں سے چھپ کر گوشۂ گم نامی میں معرفت کی زندگی گزار دیتے ہیں اور نام و نمود کے اِفشا کے ہر سبب سے دُور رہتے ہیں۔ قبلہ بندیالوی ؒ بھی تمام عمر حکمت و معرفت کے مسلسل فیضان کرتے رہنے کے باوجود تاریخ کی نگاہوں سے چھپتے رہے، لیکن جب کہ علم کی اس بھری پُری دُنیا میں آپ کے خوشہ چینوں نے تحقیق و تدقیق سے ہل چل مچا دی تو تجسس کی نگاہ نے فیض کے اس منبع کو آخر ڈھونڈ ہی لیا۔ جو ان تمام فضلا کے درمیان مشترک ہے۔

ولادت باسعادت:۔

تھل کے اس دور افتادہ اور پس ماندہ علاقہ کے قدیم قصبہ بندیال میں ایک بزرگ حضرت میاں شاہ نواز صاحب ؒ مشہورِ زمانہ ولی تھے ان کی ذاتِ گرامی دور و نزدیک کے تمام علاقوں

کے لیے مرجع عقیدت تھی۔لوگ دینی اور دُنیاوی مشکلات میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ ایک عالم آپ کے فیض سے مستفید ہو رہا تھا۔

مشہور روایت ہے کہ آپ کے گھر کے سامنے ایک درخت تھا جس کے نیچے اگر طاعون زدہ مریض کی چارپائی رکھ دی جاتی تو وہ فوراً ٹھیک ہو جاتا اور دُنیا کا لاعلاج مریض اس روحانی علاج کے ذریعہ شفا حاصل کر لیتا۔

حضرت فقیہ العصر استاذ العلما ؒ کا بیان ہے کہ بچپن میں ایک دفعہ میں رات کے وقت قبلہ والد صاحب کے ساتھ بندیال کے شرقی جانب (جو کہ غیر آبادسی تھی) آ رہا تھا۔اچانک ہمارے سامنے ایک گدھا نمودار ہوا جو ہمارے آگے آگے چلتا رہا اور کچھ دُور جا کر وہ غائب ہو گیا، پھر ایک سیاہ کتا سامنے آ گیا اور کچھ دُور ہمارے آگے چلتا رہا، بالآخر وہ بھی غائب ہو گیا۔گھر آتے ہی والد صاحب کو بخار ہو گیا۔قبلہ دادا صاحب حضرت میاں شاہ نواز صاحب اس وقت زندہ تھے۔ان کی خدمت میں قبلہ والد صاحب نے قصہ بیان کیا تو قبلہ دادا جی نے فرمایا کہ خوف اور فکر کرنے کی کون سی بات ہے۔یہ پھلو نامی ایک جن ہے جس کا فلاں جگہ پر ٹھکانا ہے۔اس نے تمھارے ساتھ تمسخر کیا ہے۔چناں چہ اُنھوں نے دم کیا اور والد صاحب تن درست ہو گئے۔اور لوگوں میں مشہور تھا کہ جناب قبلہ میاں شاہ نواز صاحب کے کثیر جن حلقہ بہ گوش ہیں۔چناں چہ جب چھوٹے بچے ڈر جاتے یا کسی کا جانور بیمار ہو جاتا تو لوگ آپ کے چولہے سے راکھ لے جاتے اور اسی سے اللہ تعالیٰ شفا عطا فرما دیتا۔چناں چہ اب تک یہی عادت جاری ہے کہ اگر بچوں کو دورہ پڑنے لگ جائے اور ماں کا دودھ پینا چھوڑ دیں یا بھیڑ بکری چکر کھانے لگ جائیں، منہ سے جھاگ بہنا شروع ہو جائے تو لوگ اب بھی چولہے کی راکھ لے کر استعمال کرتے ہیں اور شفا حاصل کرتے ہیں۔اسی قسم کی دیگر کرامات کے سبب آپ کی ذات لوگوں کے لیے عقیدت کا مرکز بنی ہوئی تھی۔انھی بزرگ کے ایک صاحب زادے تھے جن کا نام نامی میاں محمد سلطان صاحب تھا۔

حضرت فقیہ العصر استاذ العلما ۱۸۸۷ھ میں میاں محمد سلطان صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ نے جس فضا میں آنکھ کھولی وہ فضا شریعت ومعرفت سے بھرپور تھی۔آپ کے بچپن کا زمانہ بڑا سادہ تھا۔آپ کے ہم عمر بچے جب کھیل کود میں مشغول ہوتے تو اس وقت آپ قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے ہوتے۔لہو ولعب سے دلی نفرت تھی۔ذہن اور حافظہ غضب کا پایا تھا جب چھ

سال کی عمر ہوئی تو آپ کے والدین نے حفظ قرآن کی تحصیل کے لیے آپ کو موضع پکہ کھنیرہ ضلع میانوالی میں بھیج دیا جہاں آپ نے غیر معمولی سرعت کے ساتھ حفظ قرآن کی منزل کو طے کر لیا پھر ایک مقامی عالم کے پاس نظم فارسی پڑھی۔دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ جب سبق پڑھتے جاتے تو سر اور چہرہ پر چادر ہوتی تھی۔صرف آنکھیں ظاہر ہوتی تھیں۔نیچے دیکھتے جاتے اور کسی طرف اِلتفات نہ فرماتے تھے۔فارسی کے بعد مولوی محمد امیر صاحب دامانی ؒ (مصنف قانونچہ محمد امیری) جو کہ اپنے زمانہ کے بہت بڑے عالم تھے ان سے صرف ونحو کے علاوہ کافی کتب دینیہ پڑھیں۔

تحصیل علم کے کٹھن مراحل:-

اللہ تعالیٰ نے اس گوہر یکتا کی آب یاری کے لیے عظیم الشان اصداف کو مامور کیا کہ جن کی آغوش میں اس دُرِ شہوار نے منازل عروج طے کیں۔موضع پنجائن ضلع جہلم میں مولانا ثناء اللہ صاحب ؒ رہائش پذیر تھے جو کہ شمع علم کے پروانوں کے لیے ایک مرکز کی حیثیت رکھتے تھے اور خصوصاً ''الفیہ ابن مالک'' کی تدریس میں نظیر نہیں رکھتے تھے۔جب حضرت فقیہ العصر استاذ العلما نے ان کا شہرہ سنا تو آپ ایک دوسرے ساتھی کے ساتھ جو کہ آپ سے ''سکندر نامہ'' پڑھتا تھا، ''الفیہ ابن مالک'' کی تحصیل کے لیے وہاں تشریف لے گئے۔یہ ۵۶ بکرمی کے مشہور قحط کا زمانہ تھا جس میں گندم کا ایک ایک دانہ گوہر نایاب کی حیثیت رکھتا تھا اور بھوک کے سائے پھیلتے جا رہے تھے۔ادھر آپ کا شوق بڑھتا جا رہا تھا۔مولانا ثناء اللہ کی خدمت میں جب حاضر ہوئے اور اپنا مدعا ظاہر کیا تو انھوں نے بہ وجہ قلتِ طعام درس میں شامل کرنے سے انکار کر دیا، لیکن جن کا مقصد حیات علم حاصل کرنا ہو وہ کھانے پینے کی کچھ ایسی پروا نہیں کرتے۔آپ عزم کے ایک پہاڑ تھے۔لہٰذا وہ مایوس ہونا تو جانتے ہی نہ تھے۔قریب کی دوسری مسجد میں ڈیرہ ڈال لیا۔دو چار آنے کی کل کائنات پاس موجود تھی۔دو پیسے کا پیاز اور دو پیسے کا گڑ لیا۔پیاز پتوں سمیت کوٹ کر اس میں گڑ ملا کر کھا لیتے۔اسی پر صبر کرتے ہوئے کتنے دن اسی مسجد میں گزار دیے۔آپ فرماتے تھے کہ چوں کہ قحط سالی کا زمانہ تھا، ہم کو روٹی وغیرہ تو کسی نے نہ دی لیکن ایک سفید پوش شخص نے جو اہل محلہ میں سے تھے ہم سے پوچھا کہ تم کس مقصد کے لیے یہاں ٹھہرے ہو؟ میں نے تمام ماجرا

بیان کیا کہ بڑے دُور دراز علاقہ سے حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب کا شرفِ تلمذ حاصل کرنے آیا تھا، لیکن قبلہ استاذ صاحب نے ہمیں جواب دے دیا ہے کہ میرے پاس جگہ نہیں ہے، اب واپس جانے کو بھی جی نہیں چاہتا۔ شخص مذکور پر اس بات کا بڑا اثر ہوا اور وہ فوراً مولانا ثناء اللہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ آپ نے مفت خوروں کو ٹھہرایا ہوا ہے اور جو اتنا شوقین طالب علم ہے وہ تقریباً نصف ہفتہ سے فاقہ برداشت کر کے صرف اسباق کے لیے ٹھہرا ہوا ہے۔ اسے آپ نے جواب دے دیا ہے۔ یہ سننے کے بعد مولانا صاحب نے مجھے بلایا اور اسباق شروع کرا دیے۔

کمالِ ریاضت:۔

پنجائن کے قیام کے دوران آپ کی عادت تھی کہ رات کو سبق یاد کرتے وقت اپنی پگڑی ایک ٹانگ کے نیچے سے گزار کر سر سے باندھ لیتے تاکہ نیند آنے کی صورت میں جھٹکا لگے گا اور آنکھ کھل جائے گی۔ ایک رات اسی طرح آپ سو گئے اور جب استاد صاحب نے آپ کو اس عالم میں دیکھا تو طلبا سے پوچھنے لگے کہ بھائی! اس کو کس نے باندھ رکھا ہے؟ تو لڑکوں نے بتایا کہ قبلہ! ہم میں سے تو کسی نے نہیں باندھا یہ خود ہی اپنے آپ کو اس طرح باندھ لیتا ہے۔

حضرت صاحب زادہ مولانا عبدالحق صاحب فرماتے ہیں کہ آپ اپنے حالات کا کتمان فرماتے تھے۔ خواہ مخواہ بغیر مقصد کے اپنا کوئی واقعہ بیان نہ فرماتے تھے بلکہ جب کوئی خاص مقصد ہوتا تب بیان فرماتے۔ مثلاً مجھے سبق پڑھاتے وقت تحصیل علم کی طرف رغبت دِلانے کے لیے گاہے گاہے اپنی طالب علمی کا کوئی قصہ بیان کرتے اور فرماتے کہ ہم نے تو علم بڑی بڑی مشکلات کو برداشت کر کے حاصل کیا ہے، تم گھر بیٹھے ناز و نعمت میں ہو۔ مجھ سے جس وقت پڑھو جتنا پڑھو میں پڑھانے کو تیار ہوں۔ ہماری تو یہ حالت ہوتی تھی کہ جب میں پنجائن میں مصروفِ تعلیم تھا تو چوں کہ مولانا ثناء اللہ صاحب حکمت کا کام کرتے تھے، آپ کا ایک گھوڑا تھا جس پر سوار ہو کر آپ گرد و نواح کے مریضوں کی دیکھ بھال کے لیے تشریف لے جاتے تھے اور اس گھوڑے کے چارہ وغیرہ کا انتظام ہمارے ذمہ تھا چوں کہ وہ گھوڑا بڑا نحیف و لاغر تھا اور اس کی پیٹھ زخمی تھی تو کوے اس کی [illegible] کر نوچتے اور اس کو تنگ کرتے ہم سبق پڑھ کر باہر کھیتوں میں گھوڑے کو چراتے رہتے اور [illegible] اس کی دیکھ بھال بھی کرتے، لیکن کوا چوں کہ بڑا عیار و خبیث جانور ہے اس سے

گھوڑے کی نگہ داشت کرنے میں ہمیں کافی تکلیف ہوتی ہمارا ہر روز کا یہی معمول تھا۔ وہیں کا رہنے والا ایک میراثی تھا جب اس نے ہماری یہ حالت دیکھی تو اس کو رحم آ گیا اور کہنے لگا کہ مجھے کمزور و لاغر گھوڑے کی چنداں ضرورت تو نہ تھی تاہم آپ کے استاد صاحب سے میں یہ گھوڑا خرید کر آپ کو نجات دِلا دوں گا۔ چناں چہ اس میراثی نے ایک دن نہایت اچھے دام دے کر وہ گھوڑا خرید لیا۔

اسی ضمن میں ایک دن فرمایا کہ کئی دفعہ ہم جب سبق پڑھنے کے لیے قبلہ استاذ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے اور انھیں کسی مریض کو دیکھنے کے لیے باہر جانا ہوتا تو قبلہ استاذ صاحب گھوڑے پر سوار ہو جاتے اور ہم طالب علم ساتھ پیدل چل پڑتے اور سفر بھی طے کرتے جاتے اور سبق بھی پڑھتے۔ لیکن چوں کہ ہمارا مقصد حصول علم تھا اِس لیے ہم یہ تمام صعوبتیں خندہ پیشانی سے برداشت کرتے اور بالکل طبیعت میں کسی قسم کا ملال نہ آتا۔

اسی طرح ایک دفعہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہر طالب علم کو علمی ذوق و شوق ہونا چاہیے اور ہر وقت اپنا مطمحِ نظر علم کو سمجھنا چاہیے اور اس کے سوا دیگر خواہشات کو خاطر میں نہ لانا چاہیے۔ آپ نے فرمایا کہ جس وقت میں مدرسہ فتح پوری دہلی میں پڑھتا تھا تو ایک دن دیگر ساتھیوں نے مجھ سے کہا کہ ہم دہلی کی جامع مسجد دیکھنے جا رہے ہیں، تم بھی ہمارے ساتھ چلو! مَیں نے کہا: مجھے اسباق سے فراغت نہیں۔ انھوں نے کہا کہ پھر جمعہ کا پروگرام رکھ لیتے ہیں، اس دن تو اسباق کی تعطیل ہو گی۔ میں نے کہا: مجھے جمعہ کو بھی فرصت نہیں ملتی کیوں کہ مَیں جمعہ کے دن پچھلے ہفتہ کے تمام سبق دھراتا ہوں۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کو کتابیں از بر تھیں، مختلف حواشی اور شروحِ نادرہ کی تحقیقات آپ کے ذہن اقدس میں موج زن تھی۔

ایک دن بندہ نے از راہِ نازِ فرزندانہ عرض کیا کہ حضور! بعض اوقات الفیہ اور دیگر کتب میں آپ بہت مفصل اور طویل تقریر فرما دیتے ہیں جس کا ضبط کرنا مشکل ہو جاتا ہے حالاں کہ یہ مطالب و معانی دیگر بڑی کتابوں میں آ جاتے ہیں ان میں پڑھ لیں گے۔ اس وقت اتنی بسط و شرح کی کیا ضرورت ہے؟ آپ نے معمولی تبسم کے ساتھ فرمایا کہ یہ بات نہیں۔ میں جن کتابوں کی تقریر کرتا ہوں تجھ کو وہ کتابیں عمر بھر دیکھنی بھی نصیب نہ ہوں گی۔

چوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے دین کا عظیم کام لینا تھا اس لیے حافظہ غضب کا عطا فرمایا تھا اسی لیے تو تحقیقات نادرہ ہر وقت آپ کو مستحضر ہوتیں۔ آپ اسباق کی تقریر کو قلم بند کرنے کے

مخالف تھے اور فرماتے تھے کہ سبق کی تقریر تحریر کر لی جائے تو اس تحریر پر اعتماد ہو جاتا ہے اور سبق بھول جاتا ہے۔ لہٰذا اسباق کو ازبر کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ میں عرض کرتا کہ ہم آپ جیسا حافظہ کہاں سے لائیں!! آپ اپنے ذہن و دماغ پر سب کو قیاس فرماتے ہیں۔ آپ فرماتے تھے کہ پنجائن میں قیام کے دوران میں ہر رات الفیہ کو اِبتدا سے اخیر تک دُہراتا۔ نیز فرماتے تھے کہ اگر طالب علم ہفتہ تک ہر سبق کو دہراتا رہے تو اس طرح اس کو کتاب یاد ہو جائے گی۔

ہاں تو میں عرض کر رہا تھا کہ جب آپ نے جمعہ کے دن کی بھی ساتھیوں کے سامنے معذرت کی تو وہ سب مجبور ہو گئے بالآخر عید کے دن ہم سب گئے اور جامع مسجد دہلی کی زیارت کی۔

سبحان اللہ۔ تحصیل علم میں آپ کو کس قدر توغل اور یک جہتی تھی۔ اس قلبی شغف اور یکسوئی کی یہ دولت ایک وہ دن آیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک عظیم منصب پر فائز کیا۔ سچ ہے:

رنگ لاتی ہے حنا پتھر پہ پس جانے کے بعد
سُرخ رُو ہوتا ہے اِنسان ٹھوکریں کھانے کے بعد

علمی جذبہ سے متعلق ایک دن مجھ سے فرمایا کہ تحصیل علم میں کمال ریاضت کی ضرورت ہے۔ ایک دفعہ طالب علمی کے زمانہ میں مَیں پشاور گیا۔ سردی کا موسم تھا اور سردی زوروں پر تھی۔ میں رات کو ایک مسجد میں ٹھہرا۔ معمولی بوندا باندی ہو رہی تھی۔ ایک پٹھان طالب علم کو دیکھا کہ وہ اپنے سر پر مصلّی لیے ہوئے مسجد کے صحن میں تمام رات ''کافیہ'' کی یہ عبارت پڑھتا رہا:

''الضمیر لا یوصف و لا یوصف بہ''

مَیں اُس کے اِس اِنہماک سے بڑا متاثر ہوا۔ دورانِ تعلیم جو شخص محنت و جاں فشانی سے کام لیتا ہے کامیابی و کامرانی سے ہم کنار وہی ہوتا ہے۔ کیوں کہ

نامی کوئی بغیر مشقت نہیں ہوا
سو بار جب عقیق کٹا تب نگیں ہوا

خداداد لیاقت:-

جس محنت اور جاں فشانی سے حضرت قبلہ فقیہ العصر اُستاذ العلما نے تحصیل علم کا آغاز کیا تھا اور ان تھک لگن سے رات دن اس میں کوشاں رہتے تھے اس کا قدرتی ثمرہ یہ تھا کہ آپ کو دیگر طلبا سے ایک ممتاز حیثیت حاصل ہوئی۔ پنجائن میں ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ نحو کی مشہور کتاب ''

عبد الغفور'' پڑھنے والے ایک طالب علم نے آپ کی ظاہرانہ سادگی اور وضع کو دیکھ کر از راہِ تمسخر کہا کہ یہ بھی کوئی طالب علم ہے!! باقی طلبا نے اسے سمجھایا کہ تم اس کے ظاہری سادہ لباس کو نہ دیکھو، علمی بحث میں تم اس کے مقابلہ کی تاب نہ لاسکو گے۔ مگر اس نشہ کبر میں چور طالب علم نے اور زیادہ پھبتیاں کسنی شروع کر دیں۔ آخر آپ نے اس سے پوچھا کہ بھلا بتلاؤ تو مفعول فیہ کا عامل کتنی جگہ وجوباً حذف ہوتا ہے؟ تو جواب میں اس نے مفعول بہ کے عامل کے مقام حذف بیان کرنے شروع کر دیے جس پر آپ نے اس کا ردِّ بلیغ فرمایا۔ وہ ایسا سٹپٹایا کہ ساری شیخی دُور ہو گئی اور حیرت سے آپ کا منہ تکنے لگا۔

آپ نہایت ذکی و فہیم تھے۔ حافظہ اِس قدر مضبوط تھا کہ ''کافیہ'' کی ''رضی'' جیسی عظیم شرح آپ کو زبانی یاد تھی۔ چناں چہ ایک دفعہ لڑکوں نے کہا کہ کوئی اندھیرے میں کتاب پڑھ سکتا ہے؟ اگر کسی میں اس امر کی طاقت ہے تو وہ ''رضی شرح کافیہ'' پڑھے۔ آپ نے تبسم فرماتے ہوئے کہا کہ اسے میں پڑھوں گا چونکہ آپ کو یہ کتاب زبانی یاد تھی اس لیے آپ اندھیرے میں مسلسل کتاب پڑھتے رہے۔ چناں چہ تمام لڑکوں میں یہ مشہور ہو گیا کہ یہ اندھیرے اُجالے میں یکساں طور پر کتاب پڑھ سکتے ہیں۔

ہندوستان کا سفر:-

تحصیل علم کی تشنگی بہ تدریج بڑھتی جا رہی تھی۔ جس قدر آپ سیراب ہوتے جاتے تھے تشنگی اتنی ہی بڑھتی تھی۔ آپ نے اس دوران کئی قابل اور مشہور اساتذہ سے استفادہ کیا۔ مولانا ثناء اللہ صاحب مذکور کے علاوہ مولانا محمد امیر صاحب دامانی اور مولانا غلام احمد صاحب حافظ آبادی (کوٹ اِسحاقی) سے خوشہ چینی کرتے ہوئے مزید تحقیقات کا شوق لیے ہندوستان کی مشہور درس گاہوں کا رُخ کیا اور عروس البلاد دہلی کی جامع مسجد فتح پوری کی درس گاہ میں داخل ہو گئے اور پڑھائی شروع کر دی۔

آپ فرماتے تھے کہ اس مدرسہ کے قریب ایک باغ تھا۔ جب دوسرے طلبا سیر و تفریح کی غرض سے شہر کو جاتے تو میں اس باغ کے کسی درخت کے نیچے محوِ مطالعہ ہو جاتا حتیٰ کہ جمعۃ المبارک کے دن بھی کتابیں لے کر وہیں مطالعہ کرتا رہتا۔ اسی مدرسہ کے مہتمم ہر روز ٹم ٹم پر سوار ہو کر اس

طرف سے گزرتے اور مجھے مطالعہ کرنے کی حالت میں دیکھتے جب کہ مدرسہ کے دیگر طلبا کھیل کود اور تفریح میں مشغول ہوتے۔ آپ فرماتے تھے کہ مجھے ان کے متعلق علم نہیں تھا کہ یہ ہمارے مدرسہ کے مہتمم ہیں۔ ایک دن خلافِ معمول انھوں نے ٹم ٹم ٹھہرایا اور میرے پاس آ کر پوچھنے لگے کہ تم کس مدرسہ کے طالب علم ہو؟ میں نے انھیں اپنا نام اور مدرسہ کا نام بتا دیا۔ اس سے قبل ہمیں مدرسہ کی طرف سے ہر مہینے دو روپیہ وظیفہ ملتا تھا۔ اس مہینہ میں میرے وظیفہ کی رقم بڑھا کر چار روپے کر دی گئی اور یہ حالت اس وقت تک بہ دستور رہی جب تک کہ میں اُس مدرسہ میں زیر تعلیم رہا چناں چہ مجھے چار روپے اور باقی طلبا کو دو روپے وظیفہ ملتا رہا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اس وظیفہ کی رقم سے کافی کتابیں خرید کر لیں۔

اسی طرح دہلی میں ایک کابلی پٹھان میوہ کی دُکان کرتا تھا۔ اس نے مجھے بوسیدہ کپڑوں میں ملبوس دیکھ کر کچھ پیسے دیے کہ ان کے کپڑے لے لو لیکن میں نے اس رقم کی بھی کتابیں خرید لیں۔ پٹھان مذکور نے جب مجھے انھی کپڑوں میں ملبوس دیکھا تو میرے استاذ صاحب سے پوچھا کہ اس طالب علم کو کپڑوں کے لیے پیسے دیے تھے اس نے کپڑے نہیں بنوائے تو استاذ محترم نے فرمایا کہ طالب علم کپڑوں کی نسبت کتابوں کا زیادہ شوقین ہے اور لباس پر کتابوں کو ترجیح دیتا ہے۔ بعد ازاں اس پٹھان نے خود کپڑے سلوا کر مجھے دیے وہ بھی میں نے بیچ دیے اور حاصل کی ہوئی رقم سے کتابیں خرید لیں۔

جب مدرسہ میں امتحان ہوا تو ممتحن حضرات آپ کی لیاقت وقابلیت دیکھ کر دنگ رہ گئے مگر ساتھ ساتھ انھیں آپ کے لباس کی بوسیدگی اور شکستہ سامانی کو دیکھ کر حزن وملال بھی ہوا اور اُنھوں نے منتظمین مدرسہ سے کہا کہ جو طالب علم اس سارے مدرسہ کی لاج ہے اس کے ساتھ آپ نے یہ بے اِلتفاتی اور بے توجہی کی ہوئی ہے تو انھوں نے ممتحن کو بتایا کہ اس طالب علم کا مزاج انوکھا ہے۔ اس کی فطرت اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں تو اس کے کتب خانہ کو دیکھ لیں وہی اس کا اوڑھنا بچھونا ہے اور وہی اس کا زیب سراپا ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں:۔

آپ کی طبیعت میں جو رسول اللہ ﷺ کی والہانہ لگن بس رہی تھی اور عشقِ مدینہ کی جو مستی

دل ودماغ پر چھائی ہوئی تھی یہ اس کا ہی اثر تھا کہ آپ نے تحصیل علم کے دوران ایسے اساتذہ کو چنا جن کا جسم ہند میں تھا اور رُوح روضۂ انور کی جاروب کشی کرتی تھی۔ آپ کو جہاں کہیں بھی کسی محبِ رسول عالم دین کی خبر پہنچتی آپ وہیں جا پہنچتے۔ بریلی شریف میں جو محبتِ رسول کا گلستان کھلا ہوا تھا۔ جہاں عشقِ نبی کے گلاب مہکتے تھے، مدحتِ رسول کے گل دستے سجائے جاتے تھے، فضاؤں میں منقبتِ نبی کے نغمے گونجتے تھے، جب اس باغ کی خوش بوئیں آپ کے دماغ تک پہنچیں تو دل بے تاب ٹھہر نہ سکا، روح مضطرب ہو گئی، آپ بے اختیار اس کوچے میں پہنچے جہاں رسول اللہ ﷺ کے نام پر مر مٹنے کا درس دیا جاتا تھا، نگاہوں سے دلوں میں عشقِ رسول کی بجلیاں بھری جاتی تھیں، بریلی کے درو دیوار سے وارفتگیِ رسول کی خوش بو آتی تھی۔ آپ وہاں بہ صد ادب و نیاز پہنچے اور اس در پر حاضر ہوئے جس کے سینے میں سوز وگدازِ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا پرتو تھا، آنکھوں میں جامی کی اِلتجاؤں کا انداز تھا، دِل میں تڑپِ صدیق کی جھلک تھی، ماتھے کی وسعت پر رازی کا گمان ہوتا تھا، چہرہ کی سادگی سے رومی کا جاہ وجلال ٹپکتا تھا غرض اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کیا تھی، یوں معلوم ہوتا تھا کہ گزرے ہوئے عشاق کی پریشان ادائیں ایک جگہ مجتمع ہو گئی ہیں۔ فقیہ العصر استاذ العلما نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا اور سراپا دید ہو گئے پھر دل تمام آرزو بن کر گویا ہوا کہ کچھ اِستفادہ کا موقع حاصل ہو مگر وہ وقت کچھ ایسا تھا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت علیل تھی، تدریس کے لیے مزاج سازگار نہ تھا۔ آپ نے مجاہد اعظم مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی مرحوم کے مایہ ناز تلمیذ رشید مولانا ہدایت اللہ خان صاحب رام پوری کی طرف راہ نمائی کی۔ آپ ان کے درس میں پہنچے اور جملہ فنون کی ان سے دوبارہ تکمیل کی اور قدما کی کتابیں مثلاً افق المبین، شرح اشارات اور جدیدہ وقدیمہ ان سے پڑھیں۔ صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی صاحب مصنف ''بہارِ شریعت''، بعض اسباق میں حضرت فقیہ العصر استاذ العلما کے ہم درس رہے ہیں۔ علما کو مولانا فضل حق خیر آبادی سے منسوب ہونے میں بڑا فخر حاصل ہوتا ہے اور وہ کئی کئی واسطوں سے مولانا کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور یہ فقیہ العصر استاذ العلما کے لیے کتنا قابلِ فخر اعزاز تھا کہ آپ کے اور مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی کے درمیان صرف ایک واسطہ تھا۔ آج کل عام لوگ درس نظامی کی تکمیل کو آخری سند گردانتے ہیں۔ لیکن آپ نے درس نظامی ختم کر کے تقریباً سات آٹھ سال حضرت مولانا محمد ہدایت اللہ خان صاحب کی خدمت میں لگائے۔ اعلیٰ حضرت کو ایک قابل

استاذ علامہ کی ضرورت تھی اور مولانا ہدایت اللہ خان مرحوم کی طرف تحریر فرمایا تو مولانا ہدایت اللہ خان صاحب کی نگاہ نے حضرت فقیہ العصر استاذ العلما کا ہی انتخاب کیا۔ مگر آپ کے دل میں اپنے استاذ کی محبت اور عقیدت کچھ اس طرح گھر کر چکی تھی کہ آپ نے اپنے استاد کی چوکھٹ کے مقابلہ میں درس وتدریس کے مسند کو قبول نہ کیا۔ آپ چوں کہ مولانا محمد ہدایت اللہ خان صاحب کے تمام شاگردوں میں سے زیادہ معتمد علیہ تھے اور ان کو آپ کی ذات پر مکمل اور پورا وثوق تھا۔ اس لیے ان کے وصال کے بعد اراکین مدرسہ کی نگاہ انتخاب نے جانشینی کے لیے آپ ہی کو چنا۔ چناں چہ کچھ عرصہ آپ نے وہاں رہ کر دینی خدمات سرانجام دیں۔

استاذ الکل مولانا ہدایت اللہ خان صاحب نہایت متقی اور عاشقِ رسول تھے۔ اس وقت آپ کا مشاہرہ صرف ایک سو روپیہ تھا، لیکن سخاوت وفیاضی کا یہ عالم تھا کہ ہر مہینہ میں محفل میلاد النبی کا اِنعقاد کرتے اور اس محفل کے لیے قرض لینا پڑتا اور آپ کی جلالت علمی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ مولانا فضل حق خیر آبادی کے صاحب زادہ مولانا عبدالحق خیر آبادی نے تکمیل علوم آپ ہی سے کی تھی۔

بیعت واجازت:۔

حضرت قبلہ فقیہ العصر اُستاذ العلما ﷫ نے جہاں ہندوستان کی عظیم دینی درس گاہوں کے اعاظم فضلا سے علوم ظاہری کی تکمیل کی وہاں فقرائے ہند کی قلب جگر وشکار کرنے والی نگاہوں سے جذب ومستی بھی لی اور اخلاص کے مصلّے پر بیٹھنے والے خرقہ پوشوں سے روحانی فیوض وبرکات بھی حاصل کیے۔ آپ علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد علوم باطنی کے حصول کی خاطر مقتدائے زمانہ مولانا حاجی شاہ اِمداد اللہ صاحب مہاجر مکی ﷫ کے خلیفہ مجاز اعظم حضرت مولانا شاہ صوفی محمد حسین صاحب اِلٰہ آبادی ﷫ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے دستِ اقدس پر سلسلہ چشتیہ صابریہ میں بیعت ہوئے اور اڑھائی سال تک شیخ کامل کی بارگاہِ عالی میں رہ کر تصوف کی اکثر کتابیں سبقاً پڑھیں اور سلوک کے منازل ومراتب بھی طے کیے۔ آخر اِجازت وخلافت سے نوازے گئے۔

حضرت مولانا صوفی محمد حسین صاحب کا طریقہ مبارکہ یہ تھا کہ وہ مسترشد کو تب بیعت

فرماتے جب کہ وہ تین سال تک آپ کی خدمت میں رہنے کا عزم مصمم کر لے۔ اس عرصہ میں تجرید وتفرید اور مراتب تصوف کی تقریر فرما کر مراقبہ کے ذریعے منکشف فرما دیتے۔ سال اوّل کے بعد آپ خود طالب کو حسبِ اِستعداد آئندہ یا اسی سال کی تعلیم حاصل کرنے کا ارشاد فرما دیتے۔

مولانا احمد حسن صاحب کان پوری ﷫ جنھوں نے درس نظامی کی مشہور کتاب "حمد اللہ" پر حاشیہ تحریر فرمایا ہے، اپنی مثنوی کے حاشیہ میں متعدد مقامات پر حضرت شیخ کامل صوفی محمد حسین صاحب اِلٰہ آبادی کے فرمودہ مطالب نقل کرتے ہیں۔

حضرت قبلہ فقیہ العصر استاذ العلما ﷫ بیان فرماتے ہیں: ایک دفعہ جب مجھے قبلہ پیرومرشد کے کاشانہ اقدس پر جو کہ مسجد سے متصل تھا جانے کا اِتفاق ہوا۔ تو وہاں بجز چائے کی پیالیوں' مٹی کے کوزے اور ایک مسواک کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔ گھر کا یہ کل اثاثہ دیکھ کر فرمانِ نبوی "كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ" کے اِمتثال کا یقین ہوگیا۔

اسی طرح یہ بھی اکثر حضرت بندیالوی ﷫ فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ انگریز وائسرائے ہند کا اِلٰہ آباد شریف کی طرف دورہ تھا۔ اس نے حضرت قبلہ پیرومرشد کی شہرت سن کر زیارت کا قصد کیا۔ خدامِ آستانہ کو جب معلوم ہوا تو دوڑ کر حضرت صاحب کو اطلاع دی لیکن آپ بہ دستور مطمئن بیٹھے رہے۔ وائسرائے سلام کر کے ایک طرف بیٹھ گیا۔ پھر نہ جانے کس جذبہ کے تحت کہنے لگا کہ میں کچھ جائداد لنگر کے نام منتقل کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے کمال شان بے نیازی سے جواب دیا کہ مجھے اللہ کافی ہے۔ جب وہ انگریز وہاں سے رُخصت ہوا تو لوگوں کو کہنے لگا کہ اس شخص نے اللہ کو پہچانا ہے۔

؎ مدینہ کے گدا دیکھے ہیں دُنیا کے اِمام اکثر
بدل دیتے ہیں تقدیریں محمد کے غلام اکثر

حضرت مولانا محمد حسین صاحب ﷫ کے صاحب زادے مولانا ولایت حسین صاحب نے چند کتب نحو حضرت فقیہ العصر سے پڑھی ہیں۔

حضرت فقیہ العصر استاذ العلما کا خاندان بھی چوں کہ رشد وہدایت کا منبع تھا اس لیے آپ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میرے والد ماجد مجھے ملنے کے لیے اِلٰہ آباد تشریف لے گئے جب آپ کو علم ہوا کہ حضرت فقیہ العصر نے یہاں بیعت کر لی ہے تو ذرا ناراض ہوئے، لیکن جب مولانا اِلٰہ

آبادی کی زیارت کی تو خود بھی بیعت کی اِلتجا کی۔ چوں کہ حضرت مولانا اِلٰہ آبادی کی بیعت کے لیے اڑھائی تین سال رہنا شرط تھا۔ اس لیے آپ نے بیعت سے معذوری کا اِظہار فرمایا کہ بابا آپ اتنی مدت یہاں ٹھہر نہیں سکتے۔

مرشدِ اُستاذ العلما فقیہ العصر کا وصال:-

حضرت قبلہ صوفی محمد حسین الٰہ آبادی علیہ الرحمۃ والغفر ان نے ۸ رجب ۱۳۲۲ھ/ ۱۹ ستمبر ۱۹۰۴ء کو اس جہانِ فانی سے سفرِ آخرت اختیار کیا جس کی تفصیل اس طرح بیان کی جاتی ہے کہ نواب سرور جنگ کے مکان پر جو احاطہ درگاہِ خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ میں واقع ہے، سماع کا جلسہ منعقد ہوا آپ بھی وہاں تشریف لے گئے۔ آستانہ مبارکہ کے قوالوں نے قطب العالم حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی کی یہ غزل شروع کی:

آستیں بہ رُخ کشیدی ہم چو مکار آمدی — بعد ازاں بلبل شدی با نالہ و زار آمدی
شور منصور از کجا و دارِ منصور از کجا — خود زدی بانگ انا الحق بر سرِ دار آمدی
گفت قدوسی فقیرے در فناؤ در بقا — خود بہ خود آزاد بودی خود گرفتار آمدی

ادھر قوالوں کی زبان پر ایک مردِ سالک کا کلام جاری تھا اور ادھر حضرت قبلہ پیر و مرشد پر کیف و وجد کی حالت طاری تھی۔ خصوصاً جب قوالوں نے آخری مصرع کو بار بار دہرایا تو آپ پر اس طرح وجد طاری ہوا کہ جیسے کسی نے تلوار کا بھرپور وار کیا ہو، آپ مرغِ بسمل کی طرح بے تابانہ تڑپ رہے تھے، عین اسی حالت میں آپ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر کے خالقِ کائنات کے پاس جا پہنچی جہاں سے ایک نئی زندگی کا آغاز ہوتا ہے اور دُنیا کی زندگی جس کی ابتدا ہوتی ہے۔ ادھر دیکھنے والوں میں ایک ہیجان برپا تھا۔ بعض ابھی یقین کیے بیٹھے تھے کہ آپ زندہ ہیں اور بعض کا یہ خیال تھا کہ آپ واصل بہ حق ہو چکے ہیں۔ ڈاکٹر کو بلایا گیا۔ اس نے آکر آپ کی نبضیں دیکھیں جو کہ بہ دستور چل رہی تھیں اُس نے کہا چوں کہ آپ مقبولِ بارگاہِ اِلٰہی ہیں اور آپ کا قلب ذاکر ہے اس لیے آپ کی نبضیں بھی چل رہی ہیں، ورنہ حقیقت میں آپ واصل بہ حق ہو چکے ہیں۔

حضرت قبلہ فقیہ العصر اُستاذ العلما رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس وقت آپ نے غسل فرما کر لباس

تبدیل کر کے مجلس کی تیاری کی تو بالکل تن درست تھے گویا محبوب کے وصال کی تیاری ہو رہی تھی اور جب تیاری فرما کر مجلس میں بیٹھ کر قوالی سنی تو آپ کا محبوبِ حقیقی سے وصال ہو گیا۔ آپ کا مزارِ اقدس اجمیر شریف میں خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں ہے۔

وطنِ مالوف کو واپسی:

اِلٰہ آباد، رام پور، بھوپال اور نواب ٹونک کے پاس رہنے کے علاوہ ہندوستان کے مختلف مقامات پر بیس بائیس سال درس و تدریس کی زندگی گزارنے کے بعد حضرت فقیہ العصر اُستاذ العلما اپنے وطن بندیال واپس تشریف لائے۔ آپ کی تشریف آوری سے قبل بندیال کی سرزمین جس طرح اپنے اطراف میں ریت کے دیو پیکر ٹیلے رکھتی تھی اور ظاہری تر و تازگی کا کوئی سامان نہ تھا اسی طرح رُشد و ہدایت اور علم و تحقیق کی ہریالی سے بھی تہی دامن تھی، جہالت و گم راہی کی یہ بنجر زمین اپنے سینے پر رسول دشمن عناصر کے انگارے لیے جھلس رہی تھی، اِرد گرد کے تمام علاقہ میں ہر طرف اِبن اُبی کے جانشین تنقیصِ رِسالت کا زہر اُگل رہے تھے، توہینِ رِسالت کا بازار گرم تھا، "وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ" کے احکام کے ساتھ عدوان کی ہولی کھیلی جا رہی تھی، ناموسِ رِسالت کے ہر باب کو شرک و اِلحاد کا نام دے کر بند کیا جا رہا تھا، مقبولانِ اِیزدی کی شان میں گستاخیاں کر کے شیخ نجدی (ابلیس) کا حقِ تلمذ ادا کیا جا رہا تھا، مسلم نما برہمن دینِ مصطفیٰ کو ملیا میٹ کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے، تنقیصِ رسالت اس دور کی سب سے بڑی توحید بن گئی تھی۔ یہ زہر آلود ماحول اِنتہائی عروج پر تھا کہ قدرت نے ارضِ بندیال کو اپنی بارانِ رحمت کے لیے منتخب فرمایا اور ایک مردِ مجاہد، دینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم، خلوص کا پیکر ہندوستان سے علم و عرفان، شریعت و معرفت اور عشقِ محبوبِ خدا کے مقدس ہتھیاروں سے لیس کر کے بھیجا۔ آپ ناموسِ رِسالت کی حفاظت کا علم ہاتھ میں لے کر اعداے دین کے خلاف صف آرا ہو گئے۔ آپ کی زندگی کا نصب العین توحیدِ باری تعالیٰ کا پرچار، عظمتِ رسول کا اِحیا اور تذکارِ نبوت کا اِرفاع تھا۔ آپ اپنے علم کی بے پناہ وسعتوں سے شکوک و شبہات کا اِزالہ کر کے ذہنوں کو صاف کرتے اور نگاہ کی بوقلمونی سے دلوں کا زنگ اُتار پھینکتے۔ زبان و بیان کی سطوت مخالفین کو مناظروں میں سرنگوں کر دیتے اور قلب کی حلاوت سے لوگوں کے سینوں میں عشقِ رسول کی بجلیاں بھر دیتے۔ آپ نے سرزمین بندیال میں قدم رنجہ

فرماتے ہی حب نبی کے گرز سے ان سومناتی مندروں کو کھنڈرات میں تبدیل کر دیا اور ان مذہبی بہروپیوں کا بھانڈا سرِ راہ پھوڑ دیا۔ آپ کی آمد نے کائنات ذہنی کے اندر ایک انقلاب برپا کر دیا۔ دماغوں کی دُنیا میں ہل چل مچ گئی اور آپ نے رسول اللہ ﷺ کی اُلفت و محبت سے دلوں کو منور فرما دیا اور دماغ کو محبت رسول کی مشک سے مہکا دیا۔ آپ نے عقائدِ حقہ اہل سنت و جماعت پر ایسے دلائل ساطعہ اور براہین قاطعہ قائم کیے کہ ان گندم نما جَو فروش کٹھ ملاؤں کی سالوں کی محنت پر پانی پھر گیا اور آپ کی آمد سے یہ علاقہ عظمت کی روشنی کا مینار بن گیا۔ ضلالت و گمراہی ابلیس کی آغوش میں سسکیاں لینے لگی اور جہالت اپنی موت آپ مرگئی۔

نگاہِ ولی میں یہ تاثیر دیکھی — بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

مناظرات

کس شیر کی آمد ہے کہ رَن کانپ رہا ہے
رَن ایک طرف چرخِ کہن کانپ رہا ہے

حضرت فقیہ العصر استاذ العلما رحمۃ اللہ علیہ میدانِ مناظرہ کے مانے ہوئے شہسوار تھے۔ آپ نے ایک دفعہ نہیں بلکہ کئی دفعہ اور بیسیوں مناظروں میں مخالفین کو ایسی شکستیں دیں کہ وہ پھر منہ دکھانے کے قابل نہ رہے۔ آپ نے انھیں بے شمار مرتبہ مبہوت ولا یعقل بنا کر چھوڑا۔ ذیل میں ہم ”مشتے نمونہ از خروارے“ کے طور پر چند مناظروں کا حال قلم بند کرتے ہیں:-

دیوبندی حکیم الامت کا مبہوت ہونا:-

قیامِ ہند کے دوران ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی سے ملاقات ہوگئی۔ تو اثنائے گفتگو آپ نے فرمایا کہ مولوی صاحب! حضرت آدم علیہ السلام کے بارے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ”وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا“ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اسما سکھائے۔ تو اس آیہ کریمہ میں الاسماء جمع معرف باللام اِستغراق ہے اور کلھا اس کی تاکید ہے اور اس کا عموم قطعی ہوتا ہے۔ اس کی تخصیص نہیں ہوسکتی اور یہی علم کلی ہے۔ پھر تمام انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام خصوصاً حضور ﷺ کے لیے علم کلی ماننے کو شرک و کفر کیوں قرار دیا جارہا ہے؟ جواباً مولوی اشرف علی صاحب گویا ہوئے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو صرف اسما سکھائے گئے تھے جس

طرح کوئی آدمی کسی ملک کے باشندوں کے نام یاد کر لے۔ مسمیات اور ذاتیں نہیں سکھائی گئی تھیں۔ لہٰذا علم مسمیات ثابت نہ ہوا جس سے علم کلی کی نفی ہوگئی۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ مولوی صاحب آپ کی یہ تفسیر تو خود قرآنِ مجید کے خلاف ہے کیوں کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ”ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِئُوْنِيْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ“ یعنی پھر اللہ تعالیٰ نے مسمیات کو فرشتوں پر پیش کر کے فرمایا کہ ان کے نام بتاؤ۔ اس سے تو یہی پتہ چلتا ہے کہ آدم علیہ السلام مسمیات کو بھی جانتے تھے تب ہی تو اُن کے ناموں کے متعلق پوچھا جارہا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ صرف اسما پیش کیے گئے تھے اور پوچھا گیا کہ ان کے نام بتاؤ تو یہ بالکل اسی طرح ہوگا کہ کوئی پوچھے بتاؤ زید کا نام کیا ہے؟ اور ظاہر ہے کہ یہ ایک لغو اور بے معنی بات ہے اور قرآن مجید اس کا متحمل کسی صورت میں نہیں ہوسکتا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا تھا کہ مولوی صاحب لگے دائیں بائیں دیکھنے اور بغلیں جھانکنے لگے اور ایسے مبہوت ہوئے کہ شاید زندگی میں اُنھوں نے اس طرح ندامت محسوس کی ہو۔

مولوی حسین علی کا فرار:-

مولائے قدوس نے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک ﷺ کے صدقہ میں حضرت فقیہ العصر استاذ العلما رحمۃ اللہ علیہ کو وہ جلالتِ علم اور وجاہتِ فضل عطا کی تھی کہ مخالف میدان میں آتے ہی جھجک محسوس کرتا تھا۔ موضع ملتان ضلع کیمبل پور کے مولوی محمد سعید صاحب جو کہ حضرت قبلہ کے شاگرد رشید ہیں اور آج کل واں بھچراں میں بہ حیثیت خطیب و مدرس تعینات ہیں، فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مولوی حسین علی واں بھچروی ہمارے گاؤں میں تقریر کرنے کے لیے آیا۔ تقریر کے دوران اپنی چھڑی حاضرین جلسہ کو دکھا کر کہنے لگا کہ ”یہ تو کسی کو نفع یا نقصان دے سکتی ہے لیکن حضور علیہ السلام وصال کے بعد کوئی نفع یا نقصان نہیں دے سکتے“ (معاذ اللہ) مولانا محمد سعید صاحب فرماتے ہیں کہ مَیں نے مجلس میں کھڑے ہو کر کہا کہ مولوی صاحب! مَیں استاذ العلما فقیہ العصر کو لینے جارہا ہوں اگر تم میں کچھ حقانیت اور جراَتِ ایمانی ہے تو کل تک ہمارا اِنتظار کرنا میں یہ کہہ کر بندیال آیا اور قبلہ حضرت فقیہ العصر استاذ العلما رحمۃ اللہ علیہ کو ساتھ لے کر اپنے آبائی گاؤں ملتان پہنچا۔ جب مولوی حسین علی کو قبلہ استاذ العلما کی آمد کا علم ہوا تو وہ اپنا بستر بوریا سمیٹ کر فرار

ہونے میں کام یاب ہو گیا اور سنی کچھار کے شیر کی تاب نہ لا سکا۔ حضرت قبلہ نے بہ بانگِ دہل اِعلان فرمایا کہ مَیں تین دن تک یہیں ہوں، مولوی صاحب کے معتقدین مولوی حسین علی صاحب کو جملہ معاونین کے ہم راہ لاویں، لیکن فرمانِ خداوندی ''جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ'' کو غلط ثابت کرنے کی دُنیا میں کسے طاقت حاصل ہے اور یہی ہو کے رہے گا۔ مقررہ دنوں کے اندر انھوں نے ''اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا'' کا مکمل نمونہ پیش کر دیا۔ حضرت قبلہ نے وہاں اپنے قیام کے دوران حضور علیہ السلام کے حاضر و ناظر، شان وعظمت اور قدرت و اختیار کے بارے میں قرآن و حدیث کی روشنی میں وہ نورانی اور باطل سوز تقریر اِرشاد فرمائی کہ جو لوگ بھی اس وعظ شریف میں موجود تھے ان کا بیان ہے کہ آج تک ہم نے ایسی پُر اثر اور پُر سوز تقریر کہیں نہیں سنی۔ عشقِ محبوب خدا ﷺ کا یہ عالم تھا کہ جب حضور آقاے دو عالم ﷺ کا نام نامی اِسم گرامی زبان پر آتا تو فرطِ عقیدت سے آپ کے آنسو جاری ہو جاتے اور مجمع میں ایک اِرتعاش پیدا ہو جاتا اور لوگوں کی چیخیں نکل جاتیں۔ آپ کی اس تقریر نے لوگوں کے دلوں پر وہ اثر کیا کہ اکثر لوگ مولوی حسین علی سے بدظن ہو گئے۔

مولوی حسین علی جو کہ مولوی رشید احمد گنگوہی کا شاگرد تھا اور تھل کے علاقہ میں نجدیت وہابیت کا سب سے بڑا مشتہر بلکہ ایک چلتا پھرتا اِشتہار تھا اور سادہ لوح لوگوں کے اِیمان اس کے بے رحم ہاتھوں میں آ کر ختم ہو رہے تھے اور اسے اپنے علم پر بڑا ناز تھا، مگر جب وہ حضرت قبلہ کے مقابلہ پر آیا تو دُنیا نے حق و باطل کا اِمتیاز کر لیا۔ علم غیب کے مسئلہ پر اس نے حضرت قبلہ سے ایک دفعہ گفتگو کی اور اپنے مسلک کی حمایت میں حضرت موسیٰ اور خضر علیہما السلام کا واقعہ پیش کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علم غیب کی نفی کی اور کہا کہ دیکھو موسیٰ علیہ السلام کو علم غیب ہوتا تو حضرت خضر علیہ السلام پر اِعتراض نہ کرتے۔ آپ نے جواباً اِرشاد فرمایا کہ مولوی صاحب! پھر آپ کے نزدیک تو حضرت خضر علیہ السلام خدا بن گئے کیوں کہ وہ تو علم غیب جانتے تھے۔ اب مولوی حسین علی صاحب کی یہ حالت تھی کہ ''گویم مشکل و نہ گویم مشکل''

پھنسا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

مسئلہ علم غیب اور مقامی مولوی:۔

مولانا محمد سعید صاحب فرماتے ہیں کہ میں ان دنوں حضرت قبلہ کے ہاں پڑھ رہا تھا کہ واں بھچراں کے ملک احمد یار صاحب کے والد صاحب کا انتقال ہو گیا۔ فاتحہ خوانی کے لیے حضرت قبلہ بھی تشریف لے گئے۔ مَیں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ بدقسمتی سے اس علاقہ کا ایک مشہور و معروف دیو بندی مولوی بھی اس فاتحہ خوانی میں آ گیا اور آتے ہی مسئلہ علم غیب پر بحث شروع کر دی۔ کہنے لگا کہ علم غیب خاصہ خدا ہے۔ جو شخص انبیاے کرام اور اولیاے عظام کے لیے علم غیب کا قائل ہے وہ مشرک ہے۔ اُس نے ان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ صفتِ علم میں شریک ٹھہرایا۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ مولوی صاحب! آپ فرما رہے ہیں کہ جو شخص انبیاے کرام اور اولیاے عظام کے لیے علم غیب کا قائل ہے اُس نے ان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ علم میں شریک ٹھہرایا۔ پہلے تم اللہ تعالیٰ کا علم متعین کرو کہ اللہ تعالیٰ کا علم کیسا ہے لہٰذا اگر یہی علم دوسرے کے لیے مانا گیا تو شرک لازم آئے گا۔ اللہ تعالیٰ کو مخلوقات کا قبل از وقتِ اِیجاد علم تھا۔ آپ بیان فرمائیں کہ علم باری تعالیٰ کی کیا کیفیت تھی اور اِس میں کتنے مذہب ہیں اور کون سے حق اور کون سے باطل ہیں؟ اِس میں تین سو ساٹھ مذہب ہیں کون سے مذہب حق ہیں اور کون سے باطل؟ جب تم نے اللہ تعالیٰ کا علم متعین کر لیا تو پھر کہا جا سکتا ہے کہ یہ علم اگر غیر اللہ کے لیے مانا گیا تو شرک لازم آئے گا۔ اس فاتحہ خوانی میں ہزاروں معززین علاقہ شامل تھے۔ ملک امیر خاں صاحب جو کہ مجلس فاتحہ خوانی میں موجود تھے اُٹھے اور مولوی صاحب سے کہنے لگے کہ مولوی صاحب! تم پر قسم ہو گی اگر تم نے جواب نہ دیا۔ لیکن مولوی صاحب کی بلا جانے کہ اللہ تعالیٰ کو قبل از اِیجاد مخلوقات کا علم کس طرح ہے اور اس میں کتنے مذہب ہیں انھیں تو لوگوں کو مشرک و بدعتی بنانے سے ہی فرصت نہیں تھی کہ اس مشینی کام سے فارغ ہو کر تحقیقاتِ علمیہ میں غور و خوض کر سکیں۔ حضرت بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مولوی صاحب! آپ کو تین دن مہلت ہے۔ مولوی حسین علی صاحب سے دریافت کر کے بتا دینا، لیکن وہاں پر تو معاملہ ہی اور تھا۔ مولوی صاحب نے فرار ہونے میں ہی مصلحت سمجھی۔

ع ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

مولوی غلام یٰسین صاحب واں بھچر وی کے شبہات کا اِزالہ:-

اُستاذ الکل حضرت العلامہ مولانا عطا محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی قابلیت اور تبحر علمی بیان سے باہر ہے۔ ایک دفعہ آپ میانہ کھوہ (ضلع میاں والی) میں میاں اکبر علی صاحب مرحوم کی وصیت کے مطابق اُن کا جنازہ پڑھانے کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ نے وہاں اپنے مخصوص انداز میں تقریر فرمائی تو مولوی غلام یٰسین صاحب جو کہ قبلہ بندیالوی اور مولانا حکیم سید برکات احمد صاحب ٹونکی رحمۃ اللہ علیہما کا شاگرد تھا لیکن اس وقت دیوبندیت کی طرف قدرے مائل تھا وہ بھی وہیں تقریر میں موجود تھا۔ دورانِ تقریر مسئلہ مغیبات خمسہ پر آپ نے کثیر براہین و دلائل بیان فرمائے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے مقبولانِ رب قدوس ان مغیبات کو جانتے ہیں۔ جب آپ عصر کی نماز کے بعد سیر کے لیے باہر تشریف لے گئے تو مولوی غلام یٰسین صاحب اور غلام محمد ولد میاں شیر بھچر اور چند دیگر آدمی آپ کے ساتھ تھے اور اسی اثنا میں مولوی صاحب نے مغیبات خمسہ کے متعلق چند شبہات پیش کیے۔ آپ نے وہیں ایک جگہ پر بیٹھ کر دلائل بیان کرنا شروع کر دیے اور حوالہ کے لیے کتابوں کے نام لیے جاتے۔ مولوی غلام یٰسین صاحب نے چند اِعتراض کیے، مگر آپ نے مسکت جواب دے کر خاموش ہونے پر مجبور کر دیا پھر آپ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ جناب! مَیں نے یہ کتابیں نہیں دیکھی تھیں۔ غلام محمد مذکور نے عرض کیا کہ حضور! ہم تو مولوی غلام یٰسین صاحب کو بڑا عالم سمجھتے تھے، لیکن آپ کے سامنے تو اس کی حیثیت طفل مکتب کی سی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مولوی غلام یٰسین تو ہمارا بچہ ہے، کسی مخالف کے ساتھ ہماری گفتگو ہو تو پھر دیکھنا۔

مولانا عطا محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ قبلہ علامہ بندیالوی مرحوم کی کمال شفقت' محبت اور حسن خلق تھا کہ مولوی غلام یٰسین کو اپنا بچہ کہا تاکہ کہیں غلام محمد کی بات سے ضد کر کے ہٹ دھرمی کا ثبوت نہ دے۔

خودساختہ شیخ القرآن کا بہروپیا پن:-

حضرت العلامہ صاحب زادہ محمد عبدالحق صاحب مدظلہ' فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ امت دیوبندیہ کا خودساختہ شیخ القرآن مولوی غلام خاں خطیب راول پنڈی طالب علم کے بھیس میں

حضرت فقیہ العصر اُستاذ العلما رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مسائل پوچھنے کی اِجازت چاہی۔ آپ نے بہ خوشی اجازت مرحمت فرما دی۔ مولوی غلام خاں کہنے لگا کہ آج کل اکثر لوگوں کے اعتقاد مشرکین مکہ کی طرح ہو گئے ہیں۔ حضرت فقیہ العصر اُستاذ العلما رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: وہ کیسے؟ تو کہنے لگا کہ مشرکین مکہ بھی بتوں کو سفارشی سمجھ کر غائبانہ طور پر پکارتے تھے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: "مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى"

اور آج کل کے عام لوگ بھی انبیا و اولیا کو سفارشی سمجھ کر پکارتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہاں پر تو "نعبدھم" ہے یعنی ہم ان کی عبادت کرتے ہیں۔ پکارنے کی یہاں کون سی بات ہے۔ وہ تو اپنے بتوں کو معبود سمجھتے تھے آج کون انبیا اور اولیاے عظام کو معبود سمجھتا ہے؟ جواب میں کہنے لگا کہ مشرکین بتوں کو اِلٰہ کہتے تھے اور اللہ تعالیٰ کو اللہ۔ تو اپنے معبودوں کو اِلٰہ بہ معنی قابل صور پکار سمجھ کر مشرک بن گئے۔ حضرت فقیہ العصر استاذ العلما رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے پوچھا کہ اِلٰہ اور اللہ میں کیا فرق ہے؟ تو کہنے لگا: ہاں! بہت بڑا فرق ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ تجھے تو "صرف بہائی" بھی نہیں آتی، اللہ کی اصل اِلٰہ ہی تو ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اِلٰہ کون سا صیغہ ہے؟ کبھی مبالغہ کا بتاتا اور کبھی کہتا کہ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ بہت داؤ پیچ کھاتا رہا کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا مل جائے، مگر کوئی صورت کارگر ثابت نہ ہوئی۔ آخر فرار کا سہرا باندھ کر دلہن نجات سے ہم کنار ہونے میں کام یابی سمجھی۔ بعد میں اِنکشاف ہوا کہ یہ طالب علم بہروپ میں آنے والا اُمت نجدیہ وہابیہ کا خودساختہ شیخ القرآن ہے۔

؎ بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش
من انداز قدت را مے شناسم

اِس قسم کے سینکڑوں واقعات پیش کیے جا سکتے ہیں کہ جن میں آپ نے مخالفین اہل سنت کو دندان شکن جواب دے کر ان پر مذہب حق اہل السنت والجماعت کی حقانیت واضح کر دی۔ آپ کے تشریف لانے سے پہلے اس علاقہ میں دیوبندی مولوی حسین علی واں بھچر وی مصنف "بلغۃ الحیران" نے فضا کو از حد مکدر کر دیا تھا، مگر آپ نے لوگوں کے سامنے اس کے عقائد کا پول کھول کر رکھ دیا اور اس کی برسوں کی کمائی کو خاک میں ملا دیا اور دین حق کا بول بالا فرمایا۔ چناں چہ مولوی حسین علی کے مسکن واں بھچراں جہاں سے اہل اسلام پر شرک و بدعت کی آگ برسی تھی، کفر

والحاد کا کیچڑ اُچھلا تھا، آج اسی شہر میں اہل السنّت والجماعت کے دوعظیم الشان دارُ العلوم علوم دینیہ محمدیہ کے تشنگان کو سیراب فرما رہے ہیں جب کہ مخالفین کا وہاں نام ونشان تک نہیں ملتا اور واں بھچراں کی فضا تو حیدو رسالت کے نغموں سے گونج رہی ہے اور درو دیوار سے صلوٰۃ وسلام کی روح پرور صدائیں قلب وجگر کو ٹھنڈک پہنچا رہی ہیں اور تکبیر و رسالت کے فلک شگاف نعروں سے واں بھچراں میں ایک تہلکہ مچا ہوا ہے۔ یہ سب کچھ حضرت فقیہ العصر استاذ العلما ﷫ کا فیضانِ نظر ہے، جنھوں نے اپنی زندگی اللہ اور رسول عزوجل و ﷺ کے پاک دین کی نشر و اشاعت میں صرف کر دی تھی۔

تبحرِ علمی

''حمد اللہ'' کے ایک مقام کا حل:-

مولوی احمد صاحب (نابینا) کا بیان ہے کہ مَیں اور چند دیگر ساتھی مولوی غلام یٰسین صاحب کے پاس واں بھچراں میں معقول کی منتہی کتاب ''حمد اللہ'' پڑھتے تھے۔ ایک دن ''حمد اللہ'' کا ایک مقام مولوی صاحب سے حل نہ ہو سکا۔ کافی کوشش کی مگر کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ مَیں اس مقام کو حل کرانے کے لیے حضرت فقیہ العصر استاذ العلما بندیالوی ﷫ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ اس وقت طلبا کے اسباق سے فارغ ہو کر چارپائی پر آرام فرما تھے۔ مَیں نے عرض کی: حضور! حمد اللہ کا ایک مقام سمجھنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے پوچھا کہ کون سا مقام ہے؟ مَیں نے تھوڑا سا اشارہ کیا تو آپ نے اس مقام کی ایسی شرح وبسط سے تقریر فرمائی کہ تمام اشکال رفع ہو گئے۔ مَیں نے واپس جا کر وہ مقام اپنے استاذ صاحب اور دیگر ساتھیوں کو سمجھایا۔ ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

ایک شرعی فیصلے کا حل ''میر زاہد'' اور ''ملا جلال'' کے رنگ میں:-

حضرت العلامہ مولانا عطا محمد صاحب ﷫ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت قبلہ فقیہ العصر استاذ العلما ﷫ کے بیان فرمودہ فیصلہ شرعیہ کے خلاف چند وہابی ملاؤں نے شور برپا کر دیا۔ آخر فریقین کے درمیان فیصلہ کی تاریخ مقرر ہوئی۔ آپ تاریخ مقررہ پر وہاں تشریف لے گئے۔ جب

آپ نے مسئلہ کی تقریر بیان فرمائی تو جتنے مولوی وہاں تھے سب حیران رہ گئے اور ان میں سے مولوی نور احمد نے کہا کہ اللہ تم پر راضی ہو! تم نے تو فیصلہ کو ''میر زاہد، ملا جلال'' بنا دیا ہے، ہم غلطی پر تھے۔

اِتنے دلائل عقلیہ ونقلیہ کی روشنی میں فیصلہ کرنا آپ کی ہی امتیازی شان ہے۔ الفضل ما شہدت بہ الاعداء۔

اللہ ورسول کے دائمی علم میں ایک لطیف فرق:-

حضرت علامہ مولانا عطا محمد صاحب ﷫ ارشاد فرماتے ہیں کہ جس وقت حضرت قبلہ فقیہ العصر اُستاذ العلما ﷫ ملتان تشریف لے جا رہے تھے، مَیں بھی ہم راہ تھا تو گاڑی میں ہی بحث شروع ہو گئی کہ اگر حضور ﷺ کو کائنات کا علم دائمی ہو تو پھر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک لازم آئے گا کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا علم بھی دائمی ہے۔ آپ ﷫ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ شرک لازم نہیں آتا کیوں کہ ایک ''ضرورۃ'' ہے اور ایک ''دوام''؛ ان دونوں میں فرق ہے۔ ضرورۃ کا معنی یہ ہے کہ انفکاک محال اور ناممکن اور دوام کا یہ معنی ہے کہ انفکاک تو نہیں ہوتا عام از یں انفکاک ممکن ہو یا ناممکن۔ تو اللہ تعالیٰ کا علم ضروری ہے یعنی انفکاک ناممکن اور محال ہے اور حضور ﷺ کا علم اگرچہ دائمی ہے، لیکن انفکاک ممکن ہے تو اب اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ کے علم میں ممکن اور ناممکن نقیضوں جیسا فرق ہے۔ تو مساوات کیسے لازم آئے گی! یہ تحقیق سن کر حاضرین بہت محظوظ ہوئے۔

'دُرِّ مختار' میں منقول ضعیف روایت پر علامہ شامی کا رد اور فقیہ العصر کی وضاحت:-

علامہ مذکور ﷫ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ فرقہ مخالف کے ایک بہت بڑے عالم نے حضرت قبلہ بندیالوی ﷫ کی خدمت میں یہ فقہی جزئی پیش کی کہ ''درِ مختار'' میں ہے کہ

''اگر کوئی شخص نکاح کے وقت کہے کہ مَیں نے رسول اللہ ﷺ کو گواہ کیا تو وہ شخص کافر ہو جاتا ہے بہ وجہ عقیدۂ علم غیب بالنبی ﷺ۔''

آپ ﷫ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ یہ روایت ضعیف ہے۔ اس کو علامہ شامی ﷫ نے رد فرمایا ہے کہ وہ آدمی کافر نہیں ہوتا اور فرمایا کہ ''شامی'' میں ہے:

لانّ الاشیاء تعرض علٰی روح النبی ﷺ۔

یعنی اس لیے کہ تمام اشیا حضور ﷺ پر پیش کی جاتی ہیں۔

یہ جواب سن کر اُس سے اور تو کچھ نہ بن پڑا البتہ اتنا کہا کہ اس عبارت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور ﷺ اسی وقت جانتے ہیں بلکہ بعد میں اشیا کے پیش کرنے سے ان کو علم ہوتا ہے۔ تو آپ نے فوراً جواب میں فرمایا کہ مذکورہ بالا عبارت میں جو ''تعرض'' کا لفظ ہے اس کا معنی یہ ہے کہ اسی وقت جانتے ہیں کیوں کہ جو آدمی نکاح کا گواہ حضور ﷺ کو بنا رہا ہے اس کا یہی عقیدہ ہے کہ آپ اب جانتے ہیں اور دیکھتے ہیں اور شامی نے اس آدمی کے کفر کو رد کیا ہے۔ تو یہ رد اس وقت ثابت ہوگا کہ حضور ﷺ اسی وقت جانتے ہوں، اگر بعد میں علم ہو تو اس آدمی کا کفر رد نہیں ہوسکتا۔ یہ جواب سن کر وہ بالکل ساکت ہوگیا۔

مولوی الٰہی بخش صاحب دامانی کی چند شبہات پر تشفی:۔

انھی حضرت العلامہ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ مولوی الٰہی بخش صاحب دامانی رحمۃ اللہ علیہ نہایت بہترین فاضل تھے اور تردید فرقہ ضالہ شیعہ میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت قبلہ فقیہ العصر استاذ العلما رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے شبہات پیش کیے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت مدلل اور احسن طریق سے ان کے جوابات ارشاد فرمائے جن سے ان کی پوری پوری تسلی ہوگئی۔ جب سیر کے لیے ہمارے ساتھ مولوی الٰہی بخش تشریف لے گئے تو راستے میں فرمانے لگے: اگر ہمارے اختیار میں ہوتا تو قبلہ فقیہ العصر استاذ العلما رحمۃ اللہ علیہ کو مرنے نہ دیتے اور ہمیشہ گونا گوں تحقیقات عجیبہ سے بہرہ مند ہوتے رہتے۔

مفتی محمد امین الدین صاحب کی قلبی آرزو:۔

انھی علامہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ جب مَیں مدرسہ رحمانیہ رانیاں ضلع حصار میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتا تھا تو حضرت مولانا مفتی محمد امین الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو اس وقت فیروز پور میں مقیم تھے ایک دفعہ ممتحن کی حیثیت سے مدرسہ رحمانیہ میں تشریف لائے تو مَیں نے قبلہ حضرت استاذی بندیالوی رحمہ الباری کی علمی تحقیقات ان کو سنائیں۔ وہ اس سے اتنے متاثر ہوئے کہ فرمانے لگے کہ میری خواہش ہے کہ میں تین چار سال ان کی خدمت میں رہوں اور ان کی ذات والا صفات سے اِستفادہ کروں اور فی الحال اس خطابت وغیرہ کو چھوڑ دوں۔

یہ ایک مفتی صاحب کے تاثرات تھے جن سے حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے تبحرِ علمی کا اندازہ بہ خوبی لگایا جاسکتا ہے۔

مولوی غلام یٰسین کا اِعترافِ عظمت:۔

ایک دفعہ میاں والی میں حکیم عبدالرحیم خاں شاگرد حکیم اجمل خاں کے پاس مولوی غلام یٰسین کسی کام کے لیے گئے تو دورانِ گفتگو حضرت قبلہ فقیہ العصر استاذ العلما رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر ہوا۔ مولوی غلام یٰسین صاحب نے کہا کہ حکیم صاحب! قبلہ استاذ العلما جیسا فاضل تمام ہندوستان میں میری نظر سے کوئی نہیں گزرا۔

اُستاذ العلما بہ حیثیتِ فقیہِ اعظم

حضرت قبلہ فقیہ العصر اُستاذ العلما رحمۃ اللہ علیہ ہر فن مولا تھے۔ یہاں اس واقعہ کا تذکرہ بے جا نہ ہوگا کہ آپ نے صرف ریاضی پڑھنے کے لیے علم طب کی مکمل کتابیں پڑھیں کیوں کہ علم ریاضی کے ماہر جو کہ حکیم اجمل خاں دہلوی کے مدرسہ دہلی میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتے تھے، ان کی شرط یہ تھی کہ ریاضی پڑھنے کے لیے علم طب سے واقفیت ضروری ہے۔ اگر قبلہ عالم بندیالوی رحمہ الباری ایک طرف فنونِ عقلیہ میں جواہر تحقیقات کے لیے ایک نقاد تھے تو دوسری طرف علوم نقلیہ میں بحارِ تدقیقات کے آپ غواص بھی تھے۔ فقہی اسرار و معارف کی واقفیت رکھنے میں آپ کی نظیر معدوم تھی۔ علاقہ بھر کے شرعی فیصلے آپ کی خدمت میں پیش ہوتے اور آپ فقیہانہ انداز میں ان کا ایسا حل فرماتے کہ کسی کو آپ کے فیصلے کے خلاف قدم اُٹھانے کی گنجائش ہی نہ ہوتی تھی۔ ہر موافق و مخالف آپ کی فقاہت کا قائل تھا۔ ذیل میں ہم چند واقعات کا ذکر کرتے ہیں جس سے ناظرین آپ کی فقہی بصیرت کا بہ خوبی اندازہ لگا سکتے ہیں:۔

علماے حزب الاحناف کی ایک مسئلہ میں راہ نمائی:۔

حضرت مولانا قادر بخش صاحب سابق مدرّس جامعہ نظامیہ لاہور بیان فرماتے ہیں کہ جن دنوں قبلہ فقیہ العصر استاذ العلما رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحب زادے مولانا محمد عبداللہ صاحب بیمار تھے اور حضرت قبلہ بندیالوی رحمہ الباری نے ان کو بہ غرض علاج معالجہ میو ہسپتال لاہور میں داخل کرایا



تھا، اسی سلسلہ میں آپ مفتی اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سیّد احمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دار العلوم حزب الاحناف لاہور کے پاس تشریف لے گئے۔ حزب الاحناف کا سالانہ جلسہ انھی ایام میں تھا۔ اطراف ملک سے کثیر تعداد میں علماے کرام تشریف لائے ہوئے تھے۔ قبلہ سیّد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک فتویٰ تھا جس پر بہت سے علماے کرام نے تائیداً اپنے اپنے دست خط کیے ہوئے تھے۔ قبلہ سیّد صاحب نے وہ فتویٰ حضرت قبلہ فقیہ العصر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی پیش کیا کہ آپ بھی اس پر دست خط فرما کر مزید تائید کریں۔ مسئلہ یہ تھا کہ ایک شخص اعوان (جو کہ ڈاکٹری کے معزز پیشہ سے وابستہ ہے) نے ایک عورت (جو کہ ارائیں قوم سے تعلق رکھتی ہے) کے ساتھ بغیر اجازت ورثا کے نکاح کر لیا ہے۔ جب قبلہ استاذ العلما نے وہ فتویٰ ملاحظہ فرمایا تو کہنے لگے کہ یہ فتویٰ درست نہیں کیوں کہ صورتِ مسئولہ میں یہ نکاح ادنیٰ قوم کی عورت کا اعلیٰ قوم کے مرد سے ہوا ہے۔ یہ نکاح بلا اجازتِ ورثا صرف عورت کی اجازت سے ہی نافذ ہو جائے گا، ولی کی اجازت تب ضروری ہے جب کہ اعلیٰ قوم کی عورت کا نکاح ادنیٰ قوم کے مرد کے ساتھ کیا جائے۔ قبلہ سیّد صاحب نے ''فتاویٰ شامی'' نکال کر اپنے فتویٰ کی تائید میں عبارت پڑھی۔ قبلہ استاذ العلما فقیہ العصر بندیالوی رحمہ الباری نے فرمایا کہ جناب! اس عبارت سے ماقبل بھی دیکھو! جب ماقبل دیکھا گیا تو بعینہٖ وہ مضمون مذکور تھا جو آپ نے ارشاد فرمایا تھا۔ قبلہ سیّد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دیکھ کر آفریں و تحسین فرمائی اور نیا فتویٰ مرتب فرمایا۔ تمام علما حیران رہ گئے اور کہنے لگے کہ علمیت و فقاہت اس کا نام ہے۔

؎ ایں سعادت بہ زورِ بازو نیست تا نہ بخشد خداے بخشندہ

علماے ڈیرہ غازی خاں کا بھیجا ہوا ایک سائل:-

حضرت مولانا صاحب زادہ محمد عبدالحق صاحب کا بیان ہے کہ علاقہ ڈیرہ غازی خاں کا ایک آدمی مسئلہ پوچھنے کی خاطر حضرت قبلہ فقیہ العصر استاذ العلما رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا جسے اُس علاقہ کے علمانے آپ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ مسئلہ یہ تھا کہ ایک بھیڑ بھیڑیے سے حاملہ ہوگئی ہے اور اس نے بچہ جنا ہے۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ وہ بچہ کس حکم میں ہے؟ آیا بھیڑ کا شمار کیا جائے گا یا کہ بھڑیے کا؟ تو آپ نے اس مسئلہ کے جواب میں فرمایا کہ وہ بچہ بھیڑ کا گنا جائے گا



کیوں کہ وہ ماں کے تابع ہے اور اس پر شامی کی عبارت سے تائید فرمائی۔

اس واقعہ سے آپ کے علمی مقام کا پتہ چلتا ہے کہ دور دراز کے علما بھی مشکل مسئلہ میں آپ ہی کی طرف رجوع کرتے تھے۔

نکاح میں سوے اختیار کے مفہوم پر ایک مولوی صاحب کے مسئلہ کی تغلیط:-

حضرت مولانا صاحب زادہ محمد عبدالحق صاحب کا بیان ہے کہ آپ کے بے لوث فیصلوں کی عجیب شان تھی۔ موضع شادیہ کا ایک شخص قوم بھندرال سے تعلق رکھتا تھا۔ اس نے ایک عورت ساکنہ موضع ڈرادی کو اغوا کر لیا تھا جس کا پہلے دوسری جگہ نکاح تھا۔ حضرت فقیہ العصر استاذ العلما رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے ساتھ عدمِ برتاؤ کا حکم دے دیا تو لوگوں کے تنفر کی وجہ سے وہ اپنا علاقہ ترک کرنے پر مجبور ہوگیا اور کہیں دُور چلا گیا حتی کہ اس کے عزیز و اقارب نے اس کو جواب دے دیا۔ کچھ مدت بعد وہ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ حضور میں فلاں بھندرال ہوں اور کل ملک چراغ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تھا کہ مجھے عورت کے پچھلے نکاح سے فیصلہ کرا دیں۔ وہاں پر ایک مولوی صاحب نے مجھ سے معاملہ کی حقیقت پوچھی اور میں نے بتایا کہ عورت کو اس کے والد نے بہ طور بدّ یعنی ونی کے نکاح کر کے دیا تھا تو مولوی صاحب نے کہا کہ اس کا یہ نکاح از رُوے شریعت منعقد نہیں ہوا، تیرے خلاف حکم عدم برتاؤ کا کیسے ہو سکتا ہے؟ میں تو اس لیے حاضر ہوا ہوں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم مولوی صاحب سے پوچھو کہ یہ کس کتاب میں لکھا ہے کہ ونی کا نکاح نہیں ہوتا؟ وہ شخص مولوی صاحب سے پوچھ کر واپس آیا اور کہنے لگا کہ مولوی صاحب کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ ''شامی'' میں موجود ہے۔ آپ نے فرمایا کہ شامی کی پانچ جلدیں ہیں مولوی صاحب سے پوچھو یہ مسئلہ کون سی جلد میں ہے؟ وہ شخص پھر مولوی صاحب سے پوچھ کر آیا اور اس کے پاس کاغذ پر لکھی یہ عبارت تھی:

لا ینعقد النکاح لسوء الاختیار۔ یعنی سوے اختیار سے نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

آپ نے تبسم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ مولوی صاحب کو سوے اختیار کا معنی ہی نہیں آیا۔ سوے اختیار کا یہ مطلب ہے کہ والد اپنی لڑکی کا نکاح غیر کفو میں کر دے یا مہر میں غبن فاحش کرے اور اس میں شہرت اختیار کر جائے تو باپ اب جو نکاح کرے گا وہ منعقد نہ ہوگا اور یہ نکاح

تو اپنی کفو میں ہے، والد بھی لڑکی کا قوم کلیرہ سے تعلق رکھتا ہے اور قوم کلیرہ کے مرد ہی کو نکاح کر کے دیا گیا ہے اور مہر میں غبن بھی نہیں کیا تو سوءِ اختیار کس طرح بن گیا۔

مجھے قبلہ والد صاحب ؒ نے فرمایا کہ اس کے اس مسئلہ کے متعلق مفتی دیو بند سے فتویٰ منگواؤ! چناں چہ آپ نے صورتِ مسئلہ تحریر کرائی کہ ایک شخص اپنی لڑکی کو اپنی قوم میں محض صلح بین المسلمین کے لیے نکاح کر کے دیتا ہے اور مہر میں غبن بھی نہیں تو آیا یہ نکاح سوءِ اختیار میں داخل ہوگا یا نہ؟ اس وقت مولوی محمد شفیع دیو بند کے مفتی تھے۔ اُنھوں نے جواباً تحریر کیا کہ یہاں سوءِ اختیار کا کیا دخل ہے؟ وہ فتویٰ اب تک ہمارے پاس محفوظ رہا۔

تعمیل بر فتویٰ کا نرالا انداز:-

ضمناً ایک اور چیز بھی آگئی ہے کہ علما فتویٰ دیتے ہیں اور لوگ اس پر عمل بھی کرتے ہیں، لیکن حضرت قبلہ فقیہ العصر استاذ العلما ؒ کے فتویٰ کی نرالی شان تھی۔ اگر کسی کے خلاف فتویٰ صادر فرماتا ہوتا تو صرف تحریری فتویٰ وہاں کے کسی معزز آدمی کے پاس بھیج دیتے اور تعمیل حکم کی کیفیت یہ ہوتی کہ عورتیں اور بچے بھی اس شخص سے نفرت کرنے لگتے۔ محمد ولد فتح خاں جنجوعہ کا بیان ہے کہ محمود بھٹی محمد شاہ نے ایک خلافِ شرع کام کیا تھا حضرت قبلہ علامہ بندیالوی ؒ نے اس کے خلاف حکم دیا تھا۔ محمود نے اس فعلِ شنیع سے بعد میں توبہ کر لی تھی۔ محمود مر گیا اور چالیس پچاس سال کا عرصہ گزر جانے کے بعد بھی خدا کی قسم! اب بھی محمود کے گھر سے پانی پیتے ہوئے ایک دفعہ انسان کانپ جاتا ہے کہ اُن پر حضرت قبلہ جی ؒ نے فتویٰ لگایا تھا۔

اپنے موقف کی پختگی کا تیقن اور اُس پر استقلال:-

اسی طرح موضع سوھیاں والا میں ایک شرعی فیصلے کے لیے مولوی قادر بخش صاحب کو حَکَم شرعی بنایا گیا تھا اور انہوں نے بیان وغیرہ لینے کے بعد حضرت قبلہ فقیہ العصر استاذ العلما ؒ سے مشورہ لے کر صحیح فیصلہ کیا تھا۔ بعد میں وہ لوگ ایک مولوی صاحب کو کچھ نقدی وغیرہ بہ طور رشوت دے کر لے گئے۔ اس مولوی صاحب نے مولوی قادر بخش صاحب کے فیصلہ کے خلاف فتویٰ تحریر کر دیا لیکن چونکہ مولوی قادر بخش صاحب کی تائید میں حضرت فقیہ العصر استاذ العلما ؒ کے دست خط تھے اور لوگوں کو آپ سے اتنی زبردست عقیدت تھی کہ آپ کے مقابلہ میں کسی شخص کو

ایک نظر بھی دیکھنا گوارا نہ کرتے تھے۔ وہاں کے لوگوں نے کہا کہ اگر قبلہ فقیہ العصر استاذ العلما ؒ فرما دیں کہ اس دوسرے مولوی کا فتویٰ صحیح ہے تو ہم مان لیں گے۔ چناں چہ وہ لوگ ملک چراغ صاحب بندیال کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ آپ اس مولوی صاحب کی تائید فرما دیں۔ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا: بھائی چراغ! تم مجھے آخری عمر میں بے ایمان کرنا چاہتے ہو جب کہ میں از روئے انصاف مولوی قادر بخش صاحب کے فیصلہ کو صحیح کہہ چکا ہوں۔ تو اب اس دوسرے غلط فیصلے کو کیسے صحیح کہہ سکتا ہوں۔ تمام ملک صاحبان اگر چہ بڑی دنیاوی شخصیت کے مالک اور سردار تھے لیکن حضرت استاذ العلما ؒ کا دلی احترام کرتے تھے۔ ملک چراغ صاحب بندیال نے یہ سن کر عرض کی کہ حضور! اگر یہ بات ہے تو میں آپ کو اس معاملہ میں مجبور نہیں کرتا۔

حکم شرعی کے تعین سے قبل تحقیق احوال اور فتویٰ میں احتیاط:-

اسی طرح غلام محمد کنیال موضع کنیالاں والا نے ایک منکوحہ عورت کو اغوا کر لیا اور ملک عمر حیات خاں ٹوانہ کے پاس رہائش پذیر ہوا۔ ملک صاحب نے مفتی کفایت اللہ صاحب سے فتویٰ منگوا دیا کہ عورت کا سابقہ نکاح کوئی نہیں ہے، لیکن غلام محمد مذکور نے ملک صاحب کو کہا کہ ہمارے علاقہ میں مفتی کفایت اللہ کیا ان سے کسی بڑے عالم کی شنوائی نہیں ہو سکتی جب تک کہ قبلہ فقیہ العصر استاذ العلما ؒ اس بارے میں اپنا فتویٰ نہ دیں یا اس فتویٰ پر تائیدی دست خط نہ فرما دیں! چناں چہ ملک صاحب ٹوانہ نے مفتی صاحب کا وہ فتویٰ اور ساتھ ہی اپنا خط بھیجا جس میں لکھا تھا کہ آپ مفتی صاحب کے اس فتویٰ کی تائید فرما دیں۔ آپ نے فریقین کو بلا کر حقیقت واقعی کی تحقیق کی تو فتویٰ غلط نکلا آپ نے بغیر کسی لالچ اور طمع کے فوراً مفتی صاحب کے فتویٰ کو ٹھکرا دیا اور فرمایا کہ یہ فتویٰ غلط ہے اور جب تک غلام محمد مذکور نے اس عورت کی طلاق حاصل نہ کر لی اس کو اپنے علاقہ میں کسی نے قدم نہ رکھنے دیا۔

ایک دُنیادار کی نیچ حرکت اور فقیہ العصر کا شرعِ مطہر کا تحفظ:-

صاحب زادہ مولانا محمد عبدالحق صاحب مدظلہٗ فرماتے ہیں: موضع گولے والی کا ایک اہم فیصلہ تھا۔ آپ کے پاس بیاناتِ فریقین شروع تھے۔ ایک فریق نے کچھ لالچ دینا چاہا۔ میری عمر

اگرچہ چھوٹی تھی لیکن مجھے پوری طرح یاد ہے کہ آپ نے فرمایا: تو نے اس آدمی مسمّی بہادر قوم نیلوخیل بے ایمان کو دیکھا ہے؟ بہت سی رقم رومال میں باندھے ہوئے میرے آگے ڈال دی اور مجھے کہا کہ بارہ بوری نخود بھی حاضر خدمت کروں گا۔ میں نے کہا: تجھے حیا نہیں آتی کہ تو نے میری گراں مایہ دولت ایمان کی یہ حقیر شے قیمت ٹھہرائی ہے۔ خبردار! اگر آج کے بعد ایسی بات کی اور اب میں نے تمھارا فیصلہ ہی نہیں کرنا۔ دونوں فریقین طلاقیں اُٹھاؤ کہ ہم فیصلہ کے لیے مولانا سلطان اعظم صاحب موضع چھچڑ کو حَکَمِ شرعی تسلیم کرتے ہیں اور میری طرف سے تم فارغ ہو۔

یہ تھی آپ کی خدا ترسی، خودداری اور بے لوث خدمت دین۔

عمر کے اخیر حصے میں بھی دینی اُمور کے لیے جواں جذبہ:-

موضع شاہیاں والہ میں ایک شرعی فیصلہ میں لوگ آپ کو وہاں لے گئے۔ میں بھی آپ کے ہمراہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ ملکہ اور لیاقت عطا فرمائی تھی کہ پیچیدہ سے پیچیدہ مسئلہ کی تہ کو جلد ہی پہنچ جاتے اور وہ فیصلہ فرماتے کہ لوگوں کی زبان پر تحسین کے پُر سوز نغمات ہوتے۔ بفضلہٖ تعالیٰ ایک ہی دن میں آپ نے فیصلہ مکمل فرمالیا۔ اس کے بعد آپ کا وہ پرکیف و سوز بیان ہوا جس کی کیفیت سامعین ہی معلوم کر سکتے ہیں۔ وہاں ملاقات کے دوران ایک شخص نے پانچ روپے ہدیۃً آپ کی خدمت میں پیش کیے۔ دوسرے دن بڑی شان و شوکت کے ساتھ متعدد آدمیوں کی معیت میں دولت کدہ پر پہنچایا گیا۔ اتنے اہم فیصلہ پر پندرہ سولہ میل کی مسافت اور آخری عمر میں اتنی تکلیف کے ساتھ وہاں تشریف لے جانا اور بیان فرمانا، لیکن آپ کی خدمت وہی پانچ روپے تھی جو کسی ملنے والے نے پیش کیے تھے۔ خدا شاہد ہے کہ آپ کے دل میں خیال ہی پیدا ہوا ہو کہ انھوں نے میری خدمت نہیں کی یا ان لوگوں کو خیال ہوتا کہ ہم اتنی رقم پیش کریں۔ وہ لوگ اگرچہ زیادہ تر مرید میرا شریف کے تھے لیکن حضرت فقیہ العصر استاذ العلما رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ عقیدت و ارادت اپنے پیر سے کم نہ رکھتے تھے۔ وہ لوگ پوری طرح واقف تھے کہ آپ دُنیاوی لالچ سے بری ہیں۔ یہی آپ کے اخلاقِ حمیدہ اور اوصافِ جمیلہ تھے جن کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں آپ نے گھر کیا ہوا تھا۔ جب آپ کی سواری موضع شاہ والا کے قریب پہنچی تو تمام شاہ والا آپ کا عقیدت مند تھا اور چار پانچ میل سفر ہونے کے باوجود اکثر لوگ جمعۃ المبارک آپ کی اقتدا میں

ادا کرتے تھے۔ بعض لوگ آپ سے شرفِ بیعت بھی رکھتے تھے۔ انھی میں سے جہان مرحوم نے حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی سواری کو جب دور سے آتے دیکھا تو دوڑ کر اپنی بکریاں دوہنے لگا اور کافی دودھ میں کھانڈ ملا کر سرِ راہ کھڑا تھا اور روتا ہوا قدموں کو چومنے لگا اور دودھ پیش کیا۔ اگرچہ آپ کو آخری عمر میں ضعفِ معدہ کی تکلیف تھی لیکن پھر بھی اپنے اخلاقِ کریمہ کا مظاہرہ فرماتے ہوئے اس سے دودھ لے کر چند گھونٹ پیے اور باقی ماندہ ساتھیوں کو دے دیا۔

ملک محمد امیر خاں ذیلدار کا اندازِ محبت:-

اِسی طرح واں بھچراں میں ایک شرعی فیصلہ کی خاطر تشریف لے گئے جب آپ فیصلہ فرما چکے اور بعد ظہر بندیال کی تیاری کی تو ملک محمد امیر خاں ذیلدار والد ملک مظفر خاں بھچر نے عرض کی: جناب! کل جمعۃ المبارک ہے ہمیں جمعہ پڑھا کر تشریف لے جائیں۔ آپ نے معذرت کی۔ لیکن ملک صاحب نے کہا کہ اگر آج میں آپ کو بندیال جانے دوں تو مجھ پر زن طلاق ہے۔ آپ تبسم فرماتے ہوئے بیٹھ گئے اور دوسرے دن بڑے بھاری اجتماع کے سامنے آپ نے پُر سوز و گداز بیان فرمایا اور بعد میں ملک مظفر خاں صاحب نے آپ کو اپنی موٹر کار میں بٹھا کر بندیال کی طرف روانہ کیا۔

ریاست ٹونک کے نواب صاحب کی قدر دانی:-

حضرت فقیہ العصر رحمۃ اللہ علیہ ریاست ٹونک کے نواب صاحب جو علم دوست ہونے کے ساتھ علما کے قدر شناس بھی تھے، کے مدرسہ میں صدر مدرّس و مفتی کے عہدہ پر فائز رہے۔ نواب صاحب آپ کی خاطر ایک دن میں صبح اور شام الگ الگ مرغا ذبح کرواتے۔ آپ چوں کہ بہت کم کھاتے اور شکم سیری سے بچتے تھے۔ اِنتظامیہ نے آپس میں بات شروع کی کہ گوشت ضائع نہ کیا جائے، ایک ہی مرغے کو دو تین دن تک اِستعمال کیا جائے۔ نواب صاحب تک جب یہ بات پہنچی تو اُنھوں نے ساری اِنتظامی کمیٹی کو بلایا اور یہ شعر کہہ سنایا:

ساقی بہ جام بلوری چہ مے دہی
اَز گل پیالہ ساز کہ لبِ یار نازک است

مطلب یہ تھا کہ تو کیسا ساقی ہے کہ محبوب کے ہونٹوں کی نازکی بھی نہیں جانتا۔ میرا محبوب تو

اتنا نازک ہے کہ تو اُسے شیشے کے گلاس کی بجائے گلاب کے پھولوں کا پیالہ بنا کر شراب پیش کر!
نواب صاحب نے کہا کہ یہ عام مولوی نہیں، خدار سیدہ بزرگ بھی ہیں۔ مَیں تو کہتا ہوں کہ مجھ سے جو کچھ ہو سکے ان کی خدمت کروں۔ واہ! کیا اعلیٰ ذوق پایا تھا نواب صاحب نے!

شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی کی والہانہ عقیدت:-

شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ (آستانہ عالیہ سیال شریف) آپ کے ایک اُستادِ محترم علامہ زماں حضرت مولانا محمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ (ماڑی انڈس) حضرت فقیہ العصر رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ اس لیے حضور خواجہ صاحب حضرت فقیہ العصر رحمۃ اللہ علیہ کو "اُستاد صاحب بندیالاں والے" کہہ کر اکثر یاد کرتے۔

اُستاذ الکل علامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت فقیہ العصر رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا ایک اہم واقعہ سنایا کہ میرے استاد حضرت مولانا یار محمد رحمۃ اللہ علیہ کسی جاگیردار کو خاطر میں نہ لاتے تھے، مگر ایک مقامی جاگیردار ملک غلام محمد بندیال کے ہاں کبھی کبھی تشریف لے جاتے۔ عام حالات میں بھی اس سے تعلق داری کرتے تو مَیں نے ایک دن عرض کی: اُستاد جی! یہ کیا راز ہے؟ تو فرمایا: حافظ صاحب! مجھے اُس ملک صاحب سے ایک دینی لالچ ہے وہ یہ ہے کہ ان کا ایک دوست بہاول پور کا نواب ہے اور اس کی لائبریری میں "زرقانی شریف" موجود ہے۔ مَیں چاہتا ہوں کہ وہ زرقانی مجھے میسر آ جائے، مگر زندگی نے وفا نہ کی اور آپ کے کتب خانہ تک وہ کتاب نہ پہنچ سکی۔ حضرت خواجہ سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ واقعہ سنا تو آب دیدہ ہو گئے اور روتے ہوئے فرمایا: کاش! آج علامہ یار محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ زندہ ہوتے تو فقیر قمر الدین اپنی زرقانی سر پہ اُٹھاتا اور بندیال استاد صاحب! کی خدمت میں جا کر پیش کرتا۔
یہ اتنی عظیم شخصیت کے والہانہ پیار اور بے اختیار محبت کا کس قدر نرالا انداز ہے!!

اعلیٰ حضرت گولڑوی کی خدمت میں حاضری اور آپ کا خیر مقدم:-

ایک دفعہ مقامی مولوی فضل کریم دیوبندی کے ساتھ کسی فقہی مسئلہ میں اختلاف ہوا تو حضرت فقیہ العصر بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے گولڑہ شریف جا کر حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ العزیز سے ملاقات کی اور وہاں کے معروف مدرّس مولانا مفتی اُستاد محمد غازی رحمۃ اللہ علیہ (جو جامعہ

صولتیہ مکہ شریف میں بھی رہ چکے تھے) کو بندیال ساتھ لے جانے کے لیے کہا۔ غازی صاحب کی مصروفیت رہی۔ اُنھوں نے اظہارِ معذرت کیا۔ علامہ بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت اعلیٰ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے اور عرض کی: آپ کے مفتی صاحب حق کے مسئلہ کے بیان کرنے میں تاخیر فرما رہے ہیں۔ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت شفیق لہجے میں فرمایا: مَیں خود آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: نہیں، حضرت! آپ کو تکلیف نہیں دیتے۔ بس مفتی صاحب کو آج ہی میرے ساتھ بھیج دیں۔ چناں چہ مفتی صاحب بندیال تشریف لائے اور گفتگو ہوئی، بحمد للہ حضرت فقیہ العصر رحمۃ اللہ علیہ کا موقف سچ ثابت ہوا اور مولوی فضل کریم دیوبندی کو شکست فاش ہوئی۔
اس قسم کے سینکڑوں واقعات ہیں جنھیں حضرت قبلہ فقیہ العصر اُستاذ العلما رحمۃ اللہ علیہ کی فقہی بصیرت پر بہ طورِ مثال پیش کیا جا سکتا ہے، مگر ان سب کے احاطہ کے لیے ایک دفتر درکار ہے۔

آفتابِ علم وعرفان کی ضیاباریاں

قبلہ فقیہ العصر استاذ العلما رحمۃ اللہ علیہ نے عمرِ عزیز تشنگانِ علوم کی پیاس بجھانے کے لیے صرف کر دی اور اسی طرح دینِ اسلام کی خدمت کرتے رہے۔ تعلیم کے شیدائیوں کے لیے متعدد مقامات پر بیس بائیس سال تعلیمی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ ہندوستان میں تحصیلِ علم کے بعد اپنے استاذِ گرامی کی مسند تدریس پر فائز رہنے کے علاوہ دہلی، بنارس، الٰہ آباد، ریاست بھوپال اور ریاست ٹونک میں بھی نواب آف ٹونک کے پاس اور پھر مدت مدید تک اپنے آبائی قصبہ میں بیٹھ کر محض اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خاطر دینِ اسلام کی تبلیغ میں منہمک رہے۔ رات دن رُشد و ہدایت، درس و تدریس اور ابلاغ و تبلیغ میں مصروف رہتے اور خاص بات یہ ہے کہ ان تمام خدمات کا نہ کوئی معاوضہ لیتے اور نہ ہی کبھی دُنیا کا لالچ کیا۔
صاحب زادہ محمد عبد الحق صاحب بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مولانا سید امیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے موضع چھپڑ میں ملاقات ہوئی۔ وہ کہنے لگے کہ مَیں جن دنوں اجمیر شریف میں تھا وہاں علی گڑھ یونی ورسٹی کے پروفیسر علامہ سیّد محمد سلیمان اشرف شاہ صاحب بہاری عرس پر ہر سال تشریف لاتے تھے وہ مجھ سے پوچھنے لگے کہ آج کل حضرت قبلہ فقیہ العصر اُستاذ العلما بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہاں درس و تدریس کو جاری رکھا ہوا ہے؟ میں نے بتایا کہ وہ ایک معمولی سا غیر آباد علاقہ ہے وہ

سن کر بڑا متاسف ہوئے کہ آپ جیسی ہمہ گیر شخصیت ایسی گم نام جگہ پر وقت گزارے جب دوسرے سال عرس پر ان سے ملاقات ہوئی تو بہاری صاحب فرمانے لگے کہ مَیں نے قبلہ فقیہ العصر استاذ العلماء بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عریضہ ارسال کیا تھا کہ آپ یونی ورسٹی میں تشریف لائیں آپ کو فی الحال چھ سو روپیہ مشاہرہ ملے گا جوں جوں لوگ آپ کے تبحر علمی سے واقف ہوتے جائیں گے مشاہرہ بڑھتا چلا جائے گا۔ آپ نے جواب میں اِرشاد فرمایا کہ مجھے اس غیر آباد علاقہ ہی کو ذکرِ مصطفیٰ سے آباد کرنے دو۔

اِسی طرح یہ واقعہ بھی مولانا سید امیر صاحب اجمیری رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ اجمیر شریف میں دیوان صاحب کے حضور میں علماء کی محفل تھی۔ باتوں باتوں میں مولانا معین الدین صاحب اجمیری کا ذکر چھڑ گیا تو علامہ شاہ سلیمان شاہ صاحب نے کہا کہ اگر آپ نے ہمارے استاذ مولانا یار محمد صاحب قبلہ بندیالوی کو دیکھا ہوتا تو مولانا اجمیری بھول جاتے۔ یہ باتیں سن کر دیوان صاحب کے دل میں حضرت قبلہ فقیہ العصر استاذ العلما بندیالوی سے ملاقات کا اِشتیاق پیدا ہوا۔ کہنے لگے کہ انھیں خط لکھو جو مشاہرہ چاہیں گے ہم پیش کر دیں گے، آپ ہمارے مدرسہ میں ضرور تشریف لے آئیں۔ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ میں بغیر مشاہرہ کے اہل بندیال کی خدمت کرنا چاہتا ہوں کیوں کہ وہاں کی نسبت یہاں میری زیادہ ضرورت ہے۔ سچ ہے

؎ تختِ سکندری پر وہ تھوکتے نہیں ہیں
بستر لگا ہے جن کا آقا تیری گلی میں

اِس خلوص اور اِیثار کے ساتھ آپ نے اس غیر آباد علاقہ میں اپنی تدریسی خدمات کو جاری رکھا۔ اگر چہ یہ علاقہ ایک دور افتادہ علاقہ ہے، لیکن پھر بھی بے شمار لوگ آپ کی ذات سے مستفیض ہو رہے تھے۔ کاشغر، غزنی، قندھار، سوات، کشمیر، پنجاب اور ہندوستان کے ہر گوشے سے علم کے پروانے آپ پر نثار ہوا کرتے تھے۔ اپنوں کو تو آپ سے عقیدت تھی ہی، اغیار کے دلوں میں بھی آپ کی جلالت علمی جگہ بنا چکی تھی۔ چناں چہ دیوبندیوں میں مفتی محمد شفیع صاحب، چوکیرہ کے مولوی احمد شاہ صاحب اور واں بھچراں کے مولوی غلام یٰسین صاحب اس کی بین دلیل ہیں کہ یہ تینوں حضرات فقیہ العصر استاذ العلما بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے شرفِ تلمذ رکھتے تھے۔

مولوی قادر بخش صاحب کا بیان ہے کہ ہمارے تعلیمی دور میں آپ عمر کے آخری حصہ میں

پاؤں رکھ چکے تھے اور یہ زمانہ آپ کی جسمانی کم زوری کا زمانہ تھا، لیکن اس کے باوجود نماز باجماعت کے علاوہ تہجد بھی التزام کے ساتھ ادا فرماتے، صبح کی نماز سے قبل بھی درس دیتے اور بعد میں بھی، اِنکساری کا یہ عالم تھا کہ یوں ہی چٹائی پر بیٹھ جاتے۔ نہ قالین کا انتظام ہوتا اور نہ تکیہ کا، تمام تکلفات سے بے نیاز ہو کر صبح سے شام تک درس و تدریس کا دور چلتا۔ اسباق کی تقریر کے دوران آواز بڑی بلند اور پُر جوش ہوتی۔

صاحب زادہ مولانا محمد عبد الحق صاحب بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں بہ غرض علاج خوشاب کے حکیم چن پیر شاہ صاحب کے پاس گیا جو کہ حکیم اجمل خاں صاحب مرحوم کے شاگرد تھے تو حکیم صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟ مَیں نے انھیں بتایا کہ میں مولانا یار محمد صاحب بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کا لڑکا ہوں۔ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے کہ مولانا یار محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ میرے ساتھی تھے۔ ہم مدرسہ فتح پوری دہلی میں اکٹھے پڑھتے تھے، لیکن افسوس کہ علم دین کی خدمت میں مولانا صاحب نے اپنی زندگی کو نمک کی طرح پگھلا دیا ہے۔ حکیم صاحب فرمانے لگے کہ ایک دفعہ میرا بندیال جانے کا اتفاق ہوا۔ ابھی مولانا کی جائے قیام کافی دور تھی کہ مجھے کچھ اونچا اونچا سُنائی دینے لگا۔ میں سمجھا کہ کوئی وعظ یا تقریر ہو رہی ہے یا ویسے کوئی جھگڑا ہے۔ جب میں مسجد میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ کثیر التعداد منتہی طلبا کا جمگھٹا لگا ہوا ہے اور آپ پُر جوش تقریر فرما رہے ہیں۔ جب آپ اسباق سے فارغ ہوئے تو میں نے عرض کیا کہ حضرت! آپ تو اپنی صحت کو تباہ کر رہے ہیں۔ اگر آپ نے خود سے اتنا کام لیا تو صحت جلد تباہ ہو جائے گی۔ آپ نے تبسم فرمایا اور کہنے لگے کہ اب میری عادت ہی ایسی ہو چکی ہے۔

مولوی قادر بخش صاحب تلمیذ قبلہ بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ بعض اوقات صبح کا کھانا قبلہ فقیہ العصر استاذ العلما رحمۃ اللہ علیہ بعد از نماز ظہر تناول فرماتے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کو ضعف معدہ کی تکلیف ہو گئی۔ ہفتہ عشرہ کے بعد شکم میں درد کا دورہ پڑتا اور وہ اتنی شدت کا ہوتا کہ دیکھنے والے آپ کی زندگی سے مایوس ہو جاتے۔ بڑی دیر کے بعد آرام آتا، اس کے بعد سخت بخار ہو جاتا اور تمام رات بے چینی میں گزرتی، لیکن دوسرے دن پھر اس طرح اپنے مشاغل میں مشغول ہو جاتے، کوئی نیا آدمی آپ کو دیکھتا تو سمجھتا کہ بالکل خیریت سے ہیں۔ اس سے آپ کی بردباری کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

ایک مرتبہ آپ کے بڑے صاحب زادے مولانا محمد عبداللہ صاحب بیمار ہوئے تو آپ انھیں ساتھ لے کر حکیم مولوی شاہ محمد صاحب کے پاس بھیرہ تشریف لے گئے۔ اس وقت آپ کو بھی تکلیف تھی چناں چہ حکیم صاحب نے آپ کی نبض دیکھنی چاہی، لیکن آپ نے فوراً کہا: مجھے خیریت ہے، میرے بیٹے محمد عبداللہ کو دیکھو۔ گویا محبوبِ حقیقی کی طرف سے آئی ہوئی تکلیف کو نعمت عظمیٰ تصور فرماتے اور اس کو خوشی سے قبول کرتے، علاج معالجہ صرف سنت سمجھ کر ہی فرماتے، لیکن خاص توجہ نہ دیتے تھے۔

حضرت مولانا فتح محمد صاحب گولڑوی کا بیان ہے کہ جب ہم پڑھتے تو ''حمد اللہ'' یا ''قاضی مبارک'' کی تقریر بیان فرماتے ہوئے آپ اتنے جوش میں آتے کہ پاؤں کے زور پر بیٹھ جاتے۔ آپ کی تقریر ان مول موتیوں کا خزینہ ہوتی تھی۔ جمعۃ المبارک کو وعظ ارشاد فرماتے، سننے والوں پر کچھ ایسا سوز طاری ہوتا اور قلوب ایمانی کیفیات سے ایسے مسرور ہوتے کہ برسوں کا چڑھا ہوا زنگ یک لخت دور ہو جاتا۔ اندازِ بیان میں کشش ایسی تھی کہ سننے والوں کو گزرنے والے وقت کا احساس ہی نہ ہوتا بلکہ کبھی کبھی ایسا معلوم ہوتا جیسے زمانے کی دھڑکن رُک گئی ہو اور اس کے قدم ساکت ہو گئے ہوں۔ نیز سورج کی نبضیں بھی ڈوب گئی ہوں۔ حضرت فقیہ العصر استاذ العلما ؒ کی دینی خدمات کا یہ عالم تھا کہ دن کے تمام تر حصے میں تو پڑھاتے ہی تھے، رات کا کافی حصہ بھی درس و تدریس میں صرف ہو جاتا۔ تہجد کے بعد بھی سبق پڑھانے بیٹھ جاتے۔ دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ ستر ستر تک طلبا کی تعداد پہنچ جاتی تھی۔ صرف، نحو، فقہ، اُصولِ فقہ، حدیث، تفسیر، فلسفہ اور منطق غرضے کہ تمام اسباق خود پڑھاتے تھے۔ علوم ظاہری کے علاوہ تلقین باطنی بھی فرماتے تھے۔ طلبا کے اخلاق و عادات کی طرف بھی خصوصی توجہ ہوتی۔

علاقے کے تنازعات میں بھی آپ ہی کی ذات نظر آتی۔ یہ صرف آپ کی شخصیت ہی تھی کہ لوگ مختلف معاملات میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ آپ کے کیے ہوئے فیصلوں پر ہر دو فریقوں کو خوشی حاصل ہوتی۔ صاحب زادہ محمد عبدالحق صاحب مدظلہٗ کا بیان ہے: بعض اوقات جب فریقین حاضرِ خدمت ہوتے تو آپ فرماتے کہ میرے دوستو! آپ پر واضح ہو کہ میں ایک نیک عمل لے کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جا رہا ہوں اور وہ یہ ہے کہ میں نے آج تک دیدہ دانستہ جھوٹ نہیں بولا۔ یہ فرماتے وقت آپ پر رقت طاری ہو جاتی اور آپ کی آنکھیں نم ہو جاتیں۔

مجلس میں موجود دیگر لوگ بھی گریہ کناں ہو جاتے۔ آپ فرماتے کہ اللہ کے حکم سے صحیح فیصلہ کروں گا اور تم بھی خدا کا خوف کرتے ہوئے صحیح بیان دینا۔

آپ کی لیاقت اور قابلیت مسلمہ تھی۔ استاذوں کے استاذ تھے۔ نہ صرف عالم تھے بلکہ عالم گر تھے، لیکن اس کے باوجود عجز و انکسار کا پیکر تھے۔

اُستاذ الکل حضرت مولانا عطا محمد صاحب بندیالوی ؒ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت فقیہ العصر استاذ العلما ؒ ایک فیصلہ کے لیے پدھراڑ تشریف لے گئے۔ دونوں فریق قوم اعوان سے تعلق رکھتے تھے۔ باہمی اختلاف سے اس قدر شور و غوغا تھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی لیکن جب آپ نے کلماتِ رُشد و ہدایت بیان کرنے شروع فرمائے تو مکمل سکوت طاری ہو گیا اور ایسے معلوم ہوتا تھا کہ یہاں انسان نہیں بلکہ مٹی کے مجسمے ہیں۔ علامہ موصوف مذکور ؒ فرماتے ہیں کہ جو لوگ اس مجلس میں موجود تھے وہ اب بھی یاد کرتے ہیں کہ فیصلہ کرنا اس کا نام ہے۔

حضرت صاحب زادہ محمد عبدالحق صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مولوی محمد شفیع صاحب خطیب سرگودھا [illegible] ٹوانا کے قاضی محمد طفیل کی معیت میں حضرت فقیہ العصر استاذ العلما ؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے ساتھ ایک معمر سفید ریش شخص بھی تھا۔ عرض کرنے لگے کہ یہ بوڑھا شخص قاضی ہے۔ اس نے اپنی لڑکی کا نکاح ایک مرد سے کیا تھا۔ گواہ تھوڑے تھے، وہ فوت ہو گئے اور نصابِ شہادت مکمل نہیں اور قاضی صاحب نکاح سے منکر ہیں۔ حضرت بندیالوی ؒ اس بوڑھے قاضی کو مسجد میں لے گئے۔ جب واپس آئے تو بوڑھے نے خود کہا کہ مَیں غلطی پر تھا، مَیں اپنی لڑکی کا نکاح کر چکا ہوں۔ مسجد میں شاید آپ نے اسے کوئی مسئلہ سمجھایا یا روحانی توجہ کی۔ بہر حال آپ کی وجہ سے اس شخص کی کایا پلٹ گئی اور وہ خباثت کی راہ سے ہٹ کر نیکی کے راستہ پر آ گیا۔

حضرت قبلہ فقیہ العصر استاذ العلما ؒ بغیر کسی رُو رعایت کے شرعی فیصلہ فرماتے۔ ایک مرتبہ موضع جھجھ میں آپ کے مرید محمد عمر نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔ بعد میں اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ وہ پریشان ہو گیا کہ ایک چھوٹا بچہ بھی ہے، اُس کی پرورش کیسے ہو گی۔ چناں چہ وہ مرید وہاں کے مولوی صاحب کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مولوی صاحب نے عرض کی کہ حضور! یہ آپ کا خادم اور مرید ہے، اپنی بیوی کو غلطی سے تین طلاقیں دے بیٹھا

ہے۔اس کا ایک چھوٹا سا لڑکا ہے، عورت تحلیل شرعی پر تیار نہیں۔اس کا کوئی حل تلاش فرمادیں۔محمد عمر نے بھی رونا شروع کردیا کہ حضور! میرا خانہ خراب ہوگیا۔مہربانی فرماؤ اور میرے گھر کو بساؤ۔ آپ نے تبسم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ کیا مَیں تمھارا مرشد تب ہی ہوں گا جب کہ تمہارے لیے حرام کو حلال کردوں۔ جب تم خود تین طلاق کا اِقرار کرتے ہو تو بغیر تحلیل شرعی کے وہ عورت تمہارے لیے کیسے حلال ہو سکے گی؟ جب محمد عمر نا اُمید ہوگیا تو ایک ملک صاحب کو ساتھ لے کر ایک دیو بندی مولوی کے پاس چلا گیا۔ ملک صاحب نے مولوی صاحب سے کہا کہ جناب! عورت پہلے سے اس کی تابع نہ تھی اس لیے اب وہ تحلیل وغیرہ کو بالکل نہیں مانتی۔مولوی صاحب نے کہا کہ یہ تو بڑی آسان بات ہے۔مرد اور عورت دونوں سامنے والے تالاب میں سات سات غوطے لگائیں پھر میرے پاس آئیں، مَیں نکاح پڑھ دوں گا۔ چناں چہ مرد اور عورت سے سات سات غوطے لگوانے کے بعد مولوی صاحب موصوف نے نکاح پڑھ دیا۔ دو تین ماہ تک مرد و عورت زنا کرتے رہے۔آخر کسی نے عورت کو بتادیا کہ تیرے ساتھ جعل سازی کی گئی ہے۔قبلہ فقیہ العصر استاذ العلما رحمۃ اللہ علیہ نے حکم دیا ہے کہ تیرا نکاح اب عمر کے ساتھ نہیں ہوسکتا۔ وہ عورت واپس چلی گئی اور لوگوں کو علامہ بندیالوی کے فیصلہ کے متعلق بتایا۔ وہ لوگ موضع گنجیال کے مولوی احمد دین صاحب کے پاس گئے اور حقیقت حال بیان کی۔مولوی صاحب تھے تو دیو بندی، لیکن حضرت بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے زہد وتقویٰ اور حقانیت سے واقف تھے۔انہوں نے فوراً ایک آدمی آپ کی خدمت میں بھیجا اور حقیقت حال سے واقفیت چاہی۔آپ نے تمام احوال سے انھیں مطلع کیا۔ چناں چہ حضرت بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کا جواب ملنے پر مولوی صاحب نے اس کا نکاح کسی اور مرد کے ساتھ کردیا۔

حضرت مولانا صاحب زادہ محمد عبدالحق صاحب کا بیان ہے کہ مَیں نے اُستاذی المکرّم حضرت العلامہ مولانا عطا محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بعض قلمی تقاریر دیکھی ہیں جو کہ آپ نے حضرت اُستاذ العلما رحمۃ اللہ علیہ سے دورانِ تعلیم منضبط کی تھیں۔آپ سبق کی تقریر قلم بند فرماتے ہوئے بعض مقامات پر تحریر فرماتے ہیں: ''سبحان اللّٰہ کیف یقرّرنا استاذنا فی سبق ما مر''

مطلب یہ ہے کہ جب مقام منکشف ہوجاتا اور تقریر ذہن نشین ہوگئی تو آپ کے قلم سے بے ساختہ یہ کلمات حضرت قبلہ فقیہ العصر اُستاذ العلما رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق صادر ہوئے۔

تاثیرِ وعظ

تدریسی خدمات کے ساتھ ساتھ وعظ و تذکیر سے بھی گم گشتگانِ راہِ ہدایت کی رہ نمائی قرآن و حدیث کے اسرار و رموز پر مشتمل وعظ ہر جمعہ کو فرماتے جو کہ نہایت سوز و گداز اور عشق و محبت سے لب ریز ہوتا۔باوجود ایک جلیل القدر محقق و مدقق ہونے کے تقریر بالکل سادہ اور عام فہم ہوتی جس کو ہر خواندہ و ناخواندہ یکساں سمجھتا۔آپ کے بیان مبارک میں اللہ تعالیٰ نے وہ کشش رکھی تھی کہ علاقہ تھل اور سون کے لوگ کھنچے آتے تھے اور ایک عظیم اجتماع ہوتا تھا، تا حدِ نگاہ اِنسان ہی انسان نظر آتے۔اُس وقت لاؤڈ اسپیکر نہ ہوتا تھا، لیکن پھر بھی دور دور والے لوگ بھی یوں ہی سمجھتے کہ حضرت قبلہ بالکل قریب بیان فرمارہے ہیں۔قدرت نے آپ کی آواز میں یہ خاصیت رکھی تھی کہ دور و نزدیک والے برابر سنتے تھے اور دیکھنے والے کو یہ کہنا پڑتا تھا کہ اتنے بڑے مجمع کے ہر فرد تک آواز کا پہنچانا یہ روحانی طاقت ہے، اس کے سوا یہ امر ناممکن ہے۔اس سبب کے باوجود قدرت نے آپ کے وعظ میں وہ تاثیر ودیعت فرمائی تھی کہ رقت ہوتی اور سوز و گداز کا یہ عالم ہوتا کہ ہر جوان اور بوڑھا بہ چشم تر ہوتا اور لوگوں کے دلوں میں ہر وقت اطاعت خداوندی کا جذبہ موج زن رہتا۔ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک یہی حالت رہتی۔ پھر دوسرے جمعہ پر جب وعظ سے مشرف ہوتے تو پھر وہی پہلی یاد تازہ ہوجاتی۔اس طرح سے ہر ایک کو اِطمینانِ قلب کا سامان میسر ہوتا۔لوگ بے نمازی آتے تو نمازی بن کر جاتے۔آپس میں ایک دوسرے سے عداوت لے کر آتے تو آپ کی مجلس سے اخوت و برادری کا درس حاصل کر کے جاتے۔آتے وقت اگر فسق و فجور کے رسیا ہوتے تو جاتے وقت قصرِ توبہ کے امین ہوتے۔احباب کا یہ کہنا ہے کہ جب کبھی آپ کسی دوسری جگہ وعظ و تذکیر کے لیے تشریف لے جانے کا پروگرام مرتب فرماتے تو اس شہر والے پہلے ہی سے تیاریاں شروع کردیتے۔طہارت و صفائی کا اہتمام کرتے۔مساجد نمازیوں سے بھرپور نظر آنے لگتیں۔ایک دوسرے سے ہمدردی کا اظہار کرتے اور جب آپ کا نورانی ایمان افروز بیان ہوتا تو آپ کے وعظ مبارک کی برکت سے چالیس دن تک حالت دگرگوں رہتی، ایسا معلوم ہوتا کہ ہم کسی اور عالم میں پھر رہے ہیں، عبادات میں سرور آتا، ریاضات میں لذت محسوس ہوتی، ذکر و اذکار میں سکون میسر ہوتا، تسبیح و تہلیل میں قرار حاصل ہوتا اور لوگ کہتے کہ

تقریریں تو ہم نے دیگر علما کی بھی سنی ہیں، لیکن جذب و مستی، کیف و سرور، عشق و محبت، سوز و گداز اور اِتباع و اطاعت کی تڑپ آپ ہی کے بیان سے پیدا ہوتی ہے دیگر علما کے مواعظ اس سے یکسر خالی ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ آپ کی ذات ستودہ صفات اگر ایک طرف علم و فضل کا منبع تھی تو دوسری طرف عرفان و عمل کا مصدر تھی۔ اگر ایک طرف شریعت و طریقت کے پیش وا تھے تو دوسری طرف حقیقت و معرفت کے رہ نما تھے، علوم ظاہری و باطنی کا حسین اِمتزاج تھے۔ آپ عالم بھی تھے تو عامل (باعمل) بھی تھے۔ سالک بھی تھے تو عارف بھی تھے، بلکہ ان سب سے بڑھ کر آپ عالم گر، عارف گر اور عظیم کامل ولی تھے۔

؎ قرن ہا باید کہ تا پیدا یک صاحب دلے شود
بایزید اندر خراساں یا اویس اندر قرن

چناں چہ موضع چھپڑ شریف علاقہ سون میں ایک دفعہ تشریف آوری ہوئی اور آپ کا بیاں دُر فشاں ہوا۔ مدت گزر چکی ہے لیکن اب تک اس مجلس میں حاضر ہونے والے اس پُر کیف مجلس کا ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سبحان اللہ! کیا تاثیر تھی اس پاکیزہ وعظ کی کہ معلوم ہوتا تھا پہاڑ کے ڈھیلے اور کنکریاں بھی تسبیح پڑھ رہی ہیں۔

فخر الاتقیا فقیر سلطان علی صاحب نقش بندی ساکن موضع شاہ والا شالی فرماتے ہیں کہ شاہ والا سے ہر جمعہ پر ہم حضرت فقیہ العصر استاذ العلما رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ مَیں نے اپنی تمام عمر میں دو حضرات کے وعظ سنے ہیں: ایک خواجہ غلام حسن صاحب نقش بندی رحمۃ اللہ علیہ سواگ شریف (لیہ) کا اور دوسرا قبلہ بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کا۔ دونوں کے وعظ میں آسمانِ فیض کے دروازے کھل جاتے تھے اور ہر ایک حاضر ہونے والے کے دل پر فیضان کی بارش ہوتی تھی۔ مجمع میں کھڑے ہو کر اپنے فسق و فجور سے توبہ کرتے اور اطاعت و عبادت خداوندی کا عہد کرتے۔

تلامذہ

قبلہ فقیہ العصر اُستاذ العلما رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں کا برصغیر پاک و ہند میں جال پھیلا ہوا ہے، لیکن افسوس کہ ہندوستان کے قیام کے دوران آپ سے استفادہ کرنے والے فضلا کے متعلق کچھ بھی معلوم نہیں ہو سکا ورنہ ان کے اسما کی ایک طویل فہرست مرتب ہوتی کیوں کہ آپ کے بعض

اقوال سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فرمایا: جب مَیں نواب ٹونک کے پاس گیا تھا تو اس وقت میرے پاس تقریباً چالیس طلبا کتب منتہی پڑھتے تھے۔

اسی طرح آپ نے ایک دفعہ فرمایا کہ میں نے بنارس میں ایک جلسہ دستار فضیلت کرایا تھا جس میں حضرت محدثِ اعظم ہند سیّد محمد کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کو مدعو کیا گیا تھا۔

ہندوستان میں تدریسی زندگی کے کارہائے نمایاں کو منظر عام پر لانے سے فی الوقت ہم قاصر ہیں۔

مشہور عالم مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ کے صدر شعبہ دینیات علامہ شاہ محمد سلیمان اشرف صاحب خلیفہ مجاز اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے شاگردوں میں سے تھے۔ آپ کا نورانی بیان ہر سال اجمیر شریف کے عرس کے موقع پر ہوتا تھا کہ لوگ تین تین سو میل کا طویل سفر طے کر کے آپ کے وعظ مبارک سے فیض یاب ہوتے۔ بندیال میں آپ کی تدریس کے آخری دور میں وہ ہستیاں آپ سے مستفیض ہوئیں جن پر ساری قوم کو ناز ہے۔ معقول و منقول میں ماضی قریب کے سب سے بڑے جید عالم و فاضل بلکہ امام استاذ العلما مولانا علامہ الحاج الحافظ عطا محمد صاحب چشتی گولڑوی بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی ذاتِ اقدس سے مستفیض ہوئے۔ آپ صرف عالم و فاضل ہی نہیں، بلکہ عالم گر ہیں۔ آپ کے تلامذہ کا جال ملک بھر میں پھیلا ہوا ہے اور یہ سب حضرت فقیہ العصر استاذ العلما رحمۃ اللہ علیہ کے فیضانِ نظر ہی کی برکت ہے۔

شیخ القرآن مولانا علامہ پیر ابوالحقائق محمد عبدالغفور صاحب چشتی ہزاروی حضرت قبلہ استاذ العلما رحمۃ اللہ علیہ کے تربیت یافتہ ہیں۔ جناب علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات محتاج تعارف نہیں۔ ان کی جاذبیت و محبوبیت اور اعلیٰ ترین مقام کے اظہار کے لیے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ آپ شمس العرفا پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے منظورِ نظر تھے اور قبلۂ عالم صاحب زادہ سیّد غلام محی الدین صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے فیض یافتہ اور مقبول ترین ہیں۔

مولانا علامہ عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ پیرزئی (حضرو) والے بہت بڑے علامہ تھے۔ حضرت قبلہ بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ ان کی سادگی کا یہ عالم ہے کہ حضرت صاحب زادہ محمد عبدالحق صاحب مدظلہٗ فرماتے ہیں کہ جب مولانا صاحب یہاں بندیال میں پڑھتے تھے تو میں چھوٹا تھا۔ اس لیے مجھے ان سے تعارف نہ تھا۔ ایک مرتبہ ان کے مدرسے کا سالانہ اجتماع تھا۔

کافی علماے کرام مدعو تھے۔ مجھے بھی انھوں نے دعوت نامہ ارسال فرمایا۔ جب میں ان کے مدرسہ میں پہنچا تو وہاں مولانا موجود تھے۔ ظاہری طور پر کوئی ٹھاٹھ باٹھ نہ تھا، بالکل سادہ عام لوگوں کا لباس تھا۔ مَیں ان سے ملا ضرور مگر ان کو پہچان نہ سکا۔ اپنے خیال میں میں ابھی ان سے نہیں ملا تھا۔ ذہن میں یہ تھا کہ شاید وہ کہیں باہر ہوں گے۔ کچھ دیر بعد میں نے ایک آدمی سے پوچھا کہ مولانا صاحب کہاں ہیں؟ اس نے اشارۃً بتایا کہ یہی مولانا صاحب ہیں۔ مَیں حیران رہ گیا کہ اتنا بڑا فاضل اور اتنے بڑے مدرسے کا مہتمم بلکہ یوں کہیے کہ سینکڑوں علما کا اُستاذ لیکن سادگی اور اِنکساری کا یہ عالم کہ ایک نو وارد آدمی انھیں ایک عام انسان سمجھے۔

علاوہ ازیں مولانا عبدالمنان صاحب خطیب راول پنڈی' مولانا محمد سعید واں بھچراں ثم ملتان' مولانا فتح محمد صاحب گولڑہ شریف' مولانا محمد سعید صاحب خطیب ماڈل ٹاؤن' مولانا قادر بخش صاحب سابق مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور' مولانا پیر سیّد وارث شاہ صاحب بھور شریف عیسیٰ خیل' مولانا عبدالرحیم صاحب کاشغر' مولانا عبدالخالق صاحب ریاست سوات، پیر سیّد عبد الحق شاہ صاحب قادری تاندلیاں والا فیصل آباد، سیّد عبیداللہ شاہ بخاری موچھ میاں والی، مولانا اللہ وسایا مہرو شریف اور دیوبندیوں میں سے مفتی محمد شفیع صاحب سرگودھا۔ مولوی سید احمد شاہ صاحب آف چوکیرہ اور مولوی غلام یٰسین صاحب آف واں بھچراں خاص طور پر نمایاں ہیں۔ اس کے علاوہ کثیر تعداد میں علماء نے آپ کی خوشہ چینی کی اور مستفیض ہوئے۔

تحریکِ پاکستان میں حصہ

اکابر اہلِ سنت' مشائخ عظام اور علماے کرام نے ہر آڑے وقت میں دِین وملت کی خاطر قربانیاں دی ہیں اور قوم کی رہ نمائی فرمائی ہے۔ جب بھی کبھی طاغوتی طاقتوں نے مذہب حق سے ٹکر لی ہے تو اکابر اہلِ سنت نے مذہب وملت کی پاس بانی کے لیے اپنی جان' مال اور اولاد سب کچھ حاضر کر دیا، لیکن دینِ مصطفیٰ کو آنچ نہ آنے دی۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے کون شخص ناواقف ہے۔ دُنیا کو معلوم ہے کہ اس تحریک میں کن لوگوں نے دین کی خاطر جان و مال کی قربانیاں دیں اور کن لوگوں نے ظالم اور غاصب انگریز کی کاسہ لیسی کی۔ اہلِ سنت کے جن اکابر علما نے انگریز کے فتویٰ جہاد مرتب کیا اور اس کی عام تشہیر کی ان میں مولانا فضل حق خیر آبادی، مفتی

عنایت احمد کاکوروی، مولانا کفایت علی صاحب کافیؔ اور مولانا احمد اللہ شاہ صاحب مدراسی وغیرہم پیش پیش تھے۔ ان علما کو اس جرم کی پاداش میں سخت تکالیف دی گئیں۔ حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی اور مفتی عنایت احمد صاحب کاکوروی کو جزائر انڈیمان میں قید کر کے بھیجا گیا۔ مولانا کافیؔ کو مراد آباد جیل سے متصل برسرِ عام سولی پر چڑھایا گیا اور کثیر لوگوں کو گولیوں سے اُڑا دیا گیا صرف اس جرم کی پاداش میں کہ انھوں نے حق وصداقت کا اظہار کیا تھا لیکن کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ آج بھی امت نجدیہ کے لوگ ان حق پرست علما کو انگریز کا پٹھو کہتے ہیں۔

علماے اہل سنت کو انگریز کا ایجنٹ کہنے والو! کیا یہ سزائیں انھیں ایجنٹی کے صلے میں ملی تھیں؟ خدا کے بندو! ذرا تعصب کی عینک اُتار کر دیکھو کہ انگریز کے ایجنٹ کون تھے اور انھوں نے حق نمک کس طرح ادا کیا تھا اور انگریز کس کی کارگزاریوں سے خوش تھا؟

''حیاتِ طیبہ'' کا مطالعہ کیجیے! اس کے صفحہ نمبر ۵۰۵ پر آپ کو نظر آئے گا کہ

''لارڈ ہیڈنگ سید احمد کی بے نظیر کارگزاری (ایجنٹی اور دلالی) سے بہت خوش تھا اور خوش بھی کیوں نہ ہوتا جب کہ یہ لوگ انگریز کا دفاع اپنے اوپر فرض سمجھتے تھے۔

چناں چہ ایک دفعہ مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی کلکتہ میں سکھوں کے خلاف وعظ فرما رہے تھے۔ اثناے وعظ کسی شخص نے ان سے دریافت کیا کہ تم انگریزوں کے خلاف جہاد کا وعظ کیوں نہیں کرتے؟ وہ بھی تو کافر ہیں۔ تو اس کے جواب میں مولوی اسمٰعیل صاحب نے کہا: ...انگریزوں کے عہد میں مسلمانوں کو کوئی اذیت نہیں اور چوں کہ ہم انگریزوں کی رعایا ہیں، ہمارے مذہب کی رُو سے ہم پر یہ فرض ہے کہ انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے میں ہم شریک نہ ہوں۔''

(تواریخ عجیبہ ص ۷۳، تاریخ مذاہب اسلام ص ۶۶۰ مطبوعہ لاہور)

اور سکھوں سے بھی جہاد کی حقیقت یہ تھی کہ نام سکھوں کا تھا اور لڑائی مسلمانوں سے تھی۔

چناں چہ لکھا ہے:

''سیّد صاحب نے پہلا جہاد مسمّی یار محمد خاں حاکم یاغستان سے کیا تھا۔''

(تذکرۃ الرشید حصہ دوم ص ۲۷۰)

اب آپ پر تمام حقیقت بہ خوبی واضح ہو چکی ہے کہ ایجنٹ خود، الزام اہل سنت پر!

ع شرم اِن کو مگر نہیں آتی

جب تحریکِ پاکستان کا شور اُٹھا تو تمام اکابر اہلِ سنت نے مسلم قوم کی راہ نمائی فرمائی اور ۱۹۴۶ء میں بنارس میں عدیم المثال آل انڈیا سنی کانفرنس منعقد کی جس میں پانچ ہزار اکابر اہلِ سنت، مشائخ عظام اور علمائے اہلِ سنت نے شرکت فرما کر مطالبہ پاکستان کی پرزور حمایت کی اور برصغیر ہندو پاک کے مختلف علاقوں کے دورے کر کے قوم کو بیدار کیا اور بانی پاکستان کی پوری پوری تائید کی جن میں سے (۱) امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری (۲) غازی کشمیر علامہ ابوالحسنات صاحب قادری (۳) شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ محمد قمر الدین صاحب سیالوی (۴) قبلہ عالم سید غلام محی الدین شاہ صاحب سجادہ نشین گولڑہ شریف (۵) پیر آف مانکی شریف (۶) مجاہد ملت علامہ عبدالحامد صاحب بدایونی (۷) مولانا محمد بخش صاحب مسلم بی۔ اے رحمہم اللہ تھے جب کہ اس وقت امت دیوبندیہ کے جلیل القدر علما نے تحریک پاکستان کی مخالفت کی اور کانگریس میں شامل ہو کر نہرو اور گاندھی کی خوش نودی حاصل کی۔ قائداعظم کو کافرِ اعظم کا لقب دیا اور یہاں تک کہا کہ

"دس ہزار جناح اور شوکت جواہر لال نہرو کی جوتی کی نوک پر قربان کیے جاسکتے ہیں"۔ (چمنستان مصنفہ ظفر عیسیٰ ص ۱۰۱)

"اور مسلم لیگ کو ووٹ دینے والے سب سور ہیں اور سور کھانے والے ہیں۔" (ایضاً)

اور یہاں تک دعوے کیے کہ کسی ماں نے کوئی لال ہی نہیں جنا جو پاکستان کی "پ" بھی بنا سکے۔ اس وقت علمائے اہلِ سنت ہی میدان میں آئے اور حصولِ پاکستان کی محرک جماعت مسلم لیگ کی پوری پوری امداد فرمائی۔ ان کے صرف مولوی شبیر احمد عثمانی بے چارے مسلم لیگ میں تھے۔ ان کا بھی جو اُنھوں نے حال کیا وہ کسی پر مخفی نہیں۔ اس کو اس صلہ میں "ابوجہل" کا لقب دیا اور اسی قسم کے دیگر فحش پوسٹر چھپوا کر دیوبند کی دیواروں پر چسپاں کیے گئے۔

اس دور میں قبلہ فقیہ العصر استاذ العلما بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی دیگر اہلِ سنت کی طرح تحریک پاکستان میں نمایاں حصہ لیا۔ اس وقت ضلع سرگودھا کے اکثر اُمرا یونینسٹ تحریک کے حامی تھے اور مسلم لیگ کا نام بھی نہ سن سکتے تھے۔ ادھر اس علاقہ کے دیوبندی مولوی بھی بہ وجہ کانگریسی ہونے کے نیز ملک خضر حیات ٹوانہ کے زرخرید ہونے کی وجہ سے پاکستان اور مسلم لیگ کے خلاف

دُھواں دھار تقریریں کرتے تھے اور قائداعظم کو طرح طرح کی گالیاں دیتے تھے۔ اس نازک موقع پر استاذ العلما رحمۃ اللہ علیہ نے بہ بانگ دہل اعلان فرمایا کہ مسلم لیگ کی امداد کرنا ضروری ہے۔ امرا طبقہ نے جب یہ بات سنی تو بہت برانگیختہ ہوئے لیکن آپ نے صاف صاف فرما دیا کہ ایک طرف اسلام کا جھنڈا ہے اور دوسری طرف کفر کا۔ چوں کہ مسلم لیگ مسلمانوں کی جماعت ہے اس لیے اس سے کٹنا اِسلام سے کٹنا ہے۔ آپ ہر جمعہ کے دن پرزور بیان فرماتے۔ چناں چہ ہزارہا آدمی مسلم لیگ میں شامل ہوئے اور آخر بزرگانِ دین کی ہمت و جفاکشی اپنا رنگ لائی اور ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو دُنیا کی عظیم اِسلامی مملکت پاکستان دُنیا کے نقشہ پر اُبھرا۔

آفتابِ علم وعرفان کا غروب

موت العالم موت العالم

اگر یہ مانتے ہو موتِ عالم موتِ عالَم ہے
تو موتِ مرشد کامل کا بولو! نام کیا ہوگا؟

حضرت قبلہ فقیہ العصر استاذ العلما بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی نصف صدی سے کچھ کم عرصہ تک پاک و ہند اور افغانستان وغیرہ سے چل کر آنے والوں کو رشد و ہدایت کا درس دیا، سینکڑوں کے دامن ظاہری علوم سے بھر دیے اور ہزاروں کی جھولیاں باطنی علوم کے فیوض و برکات سے پر کر دیں، کئی اپنی دُنیاوی مرادیں اس در سے پا کر لوٹے تو کئی دینی سعادت سے ہم کنار ہو کر کامران و کامیاب ہوئے، جو علاقہ کے لوگوں کے لیے سفرگاہ تحقیق کی آخری منزل بنا رہا، جس نے دُنیا والوں کو بہت کچھ دیا، مگر کسی چیز کا طالب نہ ہوا۔ آخر وہ دن بھی آ گیا کہ آپ اپنی مساعی جمیلہ کا اجر لینے کے لیے اپنے مولا و آقا کی طرف متوجہ ہوئے۔

آپ کے وصال کا ظاہری سبب وہ بیماری ہوئی جس کی وجہ سے آپ کے پیٹ میں درد ہو جاتا تھا۔ دوا سنت سمجھ کر استعمال کرتے جس سے کچھ افاقہ ہو جاتا لیکن چند دن بعد پھر وہی تکلیف شروع ہو جاتی۔ آٹھ دس سال کی متواتر تکلیف سے کافی ضعف پیدا ہو چکا تھا۔ بڑے صاحب زادے مولانا محمد عبداللہ صاحب مرحوم کی بیماری و وفات نے دل کو اور کم زور کر دیا تھا۔ آخر کار ۲۲ محرم الحرام ۱۳۶۷ھ مطابق ۶ دسمبر ۱۹۴۷ء کو علم و عرفان کا یہ عظیم آفتاب ہمیشہ کے لیے غروب ہو

گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

صاحب زادہ محمد عبدالحق صاحب مدظلہٗ بیان فرماتے ہیں کہ وفات کے وقت آپ کی زبان پر کلمہ طیبہ جاری تھا اور چہرہ پر شادابی اور بشاشت کے آثار موجود تھے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ اپنی رضا مندی اور خوشی سے اپنے خالق کی ملاقات کے لیے جا رہے ہیں اور اس وقت معلوم ہو رہا تھا کہ ایک اللہ والا ہزاروں انسانوں کو تنہا چھوڑ کر جا رہا ہے۔

؎ کشتگانِ خنجر تسلیم را
ہر زمان از غیب جان دیگر است

مزارِ اقدس:۔

آپ کا مزارِ اقدس بندیال شہر کی جنوبی جانب شہر سے متصل مرجع خلائق بنا ہوا ہے اور ہزارہا عقیدت مندوں کی ارادت وعقیدت کا مرکز ہے۔ ہر سال آپ کی تاریخ وصال پر یعنی ۲۱، ۲۲ محرم الحرام عرس مبارک منعقد ہوتا ہے جس میں ملک بھر کے اکابر علمائے کرام اور صوفیہ عظام تشریف لا کر اپنے فیوض وبرکات سے حاضرین کو مستفید فرماتے ہیں۔

حلیہ مبارکہ

حضرت قبلہ فقیہ العصر استاذ العلما مولانا یار محمد صاحب بندیالوی رحمہ اللہ الباری دراز قد تھے' جسم میانہ تھا' نہ بہت موٹے اور نہ ہی بہت دُبلے بلکہ درمیانہ جسم کے مالک تھے' چھاتی چوڑی اور بدن نہایت مضبوط' ہاتھ اور پاؤں کی انگلیاں دراز تھیں' رنگ گندمی نہایت ملاحت والا' داڑھی مبارک گھنی' آخری عمر میں جب مہندی لگاتے تو اتنی خوب صورت معلوم ہوتی کہ جیسے طلا کی تاریں چمکتی ہیں۔

مولانا محمد سعید صاحب (خطیب ماڑی انڈس) فرماتے تھے کہ اگر کسی نے علما میں سے خوب صورت شخص کو دیکھنا ہو تو وہ حضرت علامہ بندیالوی کی زیارت کرے۔

آپ کا وجود بہت پُر ہیبت تھا اگر کسی کوچہ سے گزرتے تو معلوم ہوتا کہ وہ تمام کوچہ آپ کے رعب سے پُر ہے۔ جو کوئی دیکھتا السلام علیکم کہتا ہوا آپ کے سامنے جھک جاتا۔ غرض کہ حضرت صاحب بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ صورت وسیرت کا ایک حسین امتزاج تھے۔

اخلاق ومحاسن

حضرت قبلہ فقیہ العصر اُستاذ العلما رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت میں نہایت ہی سادگی اور انکساری تھی۔ خدمت خلق اور لوگوں کے کام آنے کا جذبہ ہر وقت سینے میں موج زن رہتا تھا۔ آپ کی طالب علمی زمانہ میں موضع موژہ میں ایک طالب علم آپ سے "سکندر نامہ" پڑھتا تھا جو کہ اس سفر میں آپ کا ساتھی تھا۔ اگر آپ چاہتے تو اس سے اپنا سارا کام کروا سکتے تھے' لیکن آپ تمام تکلفات سے بے نیاز ہو کر اپنا ہر کام خود کر لیا کرتے حتیٰ کہ اپنی روٹی لینے کے لیے خود شہر میں جایا کرتے تھے۔ مسجد کے امام نے جب آپ کی معصومانہ عادات اور مَلَکی صفات کو دیکھا اور آپ کی ذہانت سے مطلع ہوا تو آپ کو روٹی لانے سے روک دیا اور آپ کے لیے خود شہر سے روٹی لانے لگا اور اس کام میں فخر محسوس کرتا تھا۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ سردیوں کا موسم تھا۔ بارش موسلادھار شروع ہوگئی' تمام طلبا مدرسہ میں بھوکے بیٹھے تھے' کسی کو محلے سے کھانا لانے کی جرأت نہ تھی۔ آسمان سے بارش چھم چھم برس رہی تھی' بارش کا خوف اپنی جگہ تھا اور کیچڑ کا ڈر الگ۔ پھر اپنی جگہ پر یہ خدشہ بھی کسی حد تک درست تھا کہ کہیں سے روٹی ملے بھی یا نہیں؟ چھوٹے چھوٹے طالب علم سوالیہ نگاہوں سے بڑے بڑے طالب علموں کی طرف دیکھتے اور بڑے طالب علموں کی نگاہیں آسمان سے ہو کر پھر اپنی طرف لوٹ آتیں۔ قبلہ فقیہ العصر استاذ العلما رحمۃ اللہ علیہ سے نہ دیکھا گیا۔ موسلادھار بارش کے باوجود آپ نے اللہ کا نام لیا اور مدرسہ سے باہر نکلے۔ آپ سب سے پہلے ایک لوہار کے گھر گئے جو کہ نہایت پاکیزہ اخلاق کا مالک تھا۔ اس نے جب آپ کی یہ حالت دیکھی تو بہت متاثر ہوا اور کہنے لگا کہ آپ اتنی تکلیف گوارا فرما رہے ہیں؟ قبلہ فقیہ العصر فرماتے تھے کہ اس نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور میرے ساتھیوں کی تعداد دریافت کی۔ میں نے بتایا کہ بارہ ساتھی ہیں۔ وہ پاک باز شخص اُٹھا اور اپنی بیوی سے کہنے لگا کہ فوراً بارہ آدمیوں کے کھانے کا بندوبست کریں۔ اس عفیفہ نے جلدی جلدی روٹی پکا دی اور مَیں جلدی جلدی لے کر مدرسہ میں پہنچ گیا۔ ساتھی میرے اس طرح جلدی واپس آنے پر بڑے حیران ہوئے۔ مَیں نے انھیں تمام واقعہ سنایا۔ وہ سب اس لوہار کو دُعائیں دینے لگے۔

آپ کی شخصیت ظاہری محاسن کے علاوہ باطنی محاسن کی بھی حامل تھی۔ زبان سے ہمیشہ پند و نصائح کے کلمات ادا ہوتے اور ان میں اثر بھی ہوتا تھا جس کی وجہ سے کئی فاسق و فاجر تہجد گزار بن گئے، سخت مزاج انسان نرم خو بن گئے۔ یہ تھا آپ کے اخلاق و محاسن کا ایک ادنیٰ سا نمونہ۔

معمولات

حضرت قبلہ فقیہ العصر اُستاذ العلما ﷫ نے ساری عمر نہایت سادگی سے بےلوث خدمتِ دین اور مجاہدات نفل میں گزار دی۔ تمام دن سینکڑوں تشنگانِ علوم ظاہری و باطنی کو زلالِ فیض سے سیراب فرماتے اور خلقِ خدا کی اصلاح فرماتے۔ کسی کو کوئی وِرد و وظیفہ بتایا جا رہا ہے تو کسی کو نماز فرض کے ساتھ تہجد کی ترغیب دی جا رہی ہے۔ کسی کو اخلاقِ حسنہ کا درس دیا جا رہا ہے۔ کوئی ظاہری بیماری کی شفا کے لیے درِ اقدس پر حاضر ہے۔ تو کوئی صفائی قلب کی تمنا لیے کھڑا ہے۔ مسلمان تو مسلمان، ہندو بھی اس سرچشمہ فیض سے سیراب ہو رہے ہیں' اِنتہائی خطرناک مرض والے آنِ واحد میں شفایاب ہو کر شاداں و فرحاں جا رہے ہیں۔ سانپ کے ڈسنے کا دم آپ کا انتہائی مجرب ہے۔ سینکڑوں مریضوں نے اس مہلک مرض سے نجات پائی۔ بعض دفعہ آپ سانپ کے ڈسنے کی جگہ پر لعابِ دہن لگاتے تو زہر کافور ہو جاتا۔ سبحان اللہ! لعاب مبارک گویا اکسیر تھی جو صرف مارگزیدہ کے لیے ہی تریاقِ اکبر نہیں تھی، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس میں ظاہری و باطنی بیماری کی شفا ودیعت فرمائی تھی۔ دن میں تو یہ کیفیت ہوتی ہے کہ وعظ و اِرشاد سے فرصت نہیں ملتی۔ اسباق شروع ہیں۔ مسائل پوچھے جا رہے ہیں۔ شرعی فیصلے ہو رہے ہیں اور تاریخوں پر اس طرح سینکڑوں آدمی حاضر ہوتے ہیں گویا سیشن جج کی عدالتِ عالیہ ہے۔ محض اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا و خوشنودی کی خاطر آپ نے خلقِ خدا کی مفت خدمت کے لیے اپنا قیمتی وجود وقف کر دیا ہے اور رات کی یہ کیفیت تھی کہ ولی محمد صاحب موچی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ موضع دین والا میں فاتحہ خوانی کے لیے تشریف لے گئے اور میں بھی ساتھ تھا۔ جب رات ہوئی تو لوگ اکٹھے ہو گئے۔ کافی دیر تک علم و معرفت کی پُرنور مجلس گرم رہی۔ تشنہ لب اپنی سیرابی کا سامان حاصل کرتے رہے جب سب لوگ چلے گئے تو آپ مصلّے پر تشریف لائے اور کافی دیر تک نوافل ادا کرتے رہے پھر چارپائی پر تشریف لا کر بیٹھ گئے وہاں بیٹھے بیٹھے ہی اگر نیند پوری کر لی ہو تو مجھے

معلوم نہیں ورنہ جتنی دفعہ بیدار ہوا تو آپ کو اسی طرح بیٹھے پایا جیسے کہ پہلے تشریف فرما تھے۔ تمام رات اپنے بستر کو چارپائی پر بچھایا تک نہیں۔ اسی طرح ساری رات بیداری میں ہی محبوبِ حقیقی کے حضور حاضر رہے۔

واں بھچراں کی عائشہ بنت میاں شیر کا کہنا ہے کہ واں بھچراں کے کافی لوگ جمعۃ المبارک بندیال آ کر ادا کرتے اور حضرت قبلہ فقیہ العصر اُستاذ العلما ﷫ کا بیان سنتے جس میں عورتیں بھی کثیر تعداد میں شریک ہوا کرتیں۔ میں بھی حاضر ہوا کرتی تھی۔ بعض اوقات بندیال میں ہی قبلہ استاذ العلما فقیہ العصر ﷫ کے گھر رات بسر کرنی پڑتی۔ اکثر دفعہ دیکھا گیا ہے کہ آپ آدھی آدھی رات تک کتابوں کے مطالعہ میں مصروف ہیں اور پھر اس کے بعد مصلّٰی پر نوافل ادا فرما رہے ہیں۔ ایک بار میں نے دیکھا کہ کڑوے تیل کا چراغ جل رہا ہے اور آپ مصلّٰی پر تشریف فرما ہیں۔ آپ اپنی انگلی تیل سے تر کر کے آنکھوں پر لگا رہے ہیں۔ مَیں چوں کہ بیدار تھی' مَیں نے عرض کیا کہ حضور! یہ کیا کر رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ نیند آنے لگی تھی کڑوا تیل لگا رہا ہوں۔ مذکورہ بی بی بیان کرتی ہیں کہ جب مَیں رات کو قبلہ فقیہ العصر استاذ العلما ﷫ کے گھر میں سوتی تو خواب میں چھوٹے چھوٹے بچے نظر آتے۔ مَیں نے عرض کی کہ حضور! ان کی چھیڑ چھاڑ تو مجھے سونے نہیں دیتی۔ آپ نے تبسم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ وہ کہتے ہوں گے اس وقت اُٹھ کر اللہ کو یاد کرو آپ کو ساری ساری رات اس طرح بیداری میں گزارتے ہوئے دیکھ کر میں بڑی حیران ہو جاتی کہ کتنی بڑی شخصیت ہے اور کس شان سے ریاضت و مجاہدہ میں مصروف ہے۔

حضرت صاحب زادہ محمد عبدالحق صاحب کا بیان ہے کہ آپ گھر میں رات کے وقت نیم درازی کی حالت میں کتابوں کے مطالعہ میں مصروف ہو جاتے اور رات کا کافی حصہ اس طرح گزر جاتا۔ اسی حالت میں اگر کچھ نیند آ گئی تو آ گئی ہو ورنہ پورے آرام کے ساتھ بستر پر تشریف فرما نہ ہوتے اور تہجد کے وقت نوافل ادا کر کے ذکر و فکر اور مراقبہ میں صبح کی نماز تک مشغول رہتے۔ رات کو جب کبھی بیدار ہوتا تو یا آپ کو کتب بینی میں مشغول پاتا یا ویسے بیٹھے ہوئے ذکر و فکر میں محو پاتا۔ میری چارپائی بھی چوں کہ آپ کے نزدیک ہی ہوتی تھی۔ اس لیے مجھے تہجد کے وقت جگاتے اور اس مبارک وقت میں اسباق پڑھاتے اور فرماتے کہ دن میں بیس مرتبہ اور اس وقت میں ایک مرتبہ پڑھنا برابر ہے۔ میں نے تجربہ کیا ہے واقعی سبق جلدی یاد ہو جاتا۔

تھوڑے سے وقت میں ''الفیہ'' کے دس دس شعر یاد کر لیتا۔ اس وقت میری عمر بہت کم تھی۔ نصاب ضروری، رسالہ عبدالواسع، جواہر التراکیب، چہار گلزار کا سبق عنایت فرماتے۔ بعد میں قانونچہ محمد امیری قلمی پڑھاتے۔ گویا ساری رات محبوب حقیقی کی یاد میں گزاری۔

مولوی غلام یٰسین صاحب کا بیان ہے کہ قبلہ فقیہ العصر استاذ العلما نے اپنے وجود کی کوئی پروا نہیں کی۔ سخت تر مجاہدات و ریاضات کر کے اپنے آپ کو کم زور کر دیا۔ دن میں تدریس و تبلیغ کی عظیم مصروفیت کہ لحہ بھر فرصت نہیں ملتی اور رات کا یہ عالم تھا کہ تمام رات آنکھوں میں گزار دی۔ میں نے ایک دن عرض کیا: حضور! عالم کی نیند دوسرے کے نوافل ادا کرنے سے ثواب میں زیادہ ہے۔ آپ کم از کم رات تو آرام کی گزارا کریں، لیکن آپ نے سوائے تبسم فرمانے کے کوئی جواب نہ فرمایا۔

فخر الاتقیا و الاصفیا فقیر سلطان علی صاحب خلیفہ مجاز قبلہ عالم خواجہ غلام حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سواگ شریف فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ قبلہ فقیہ العصر استاذ العلما میرے برادر محترم میاں مہر علی صاحب مرحوم کی فاتحہ خوانی کے لیے یہاں شاہ والا میں تشریف لائے، دوران قیام ذکر و اذکار کی مجلس گرم رہی۔ رات کو میں حضرت قبلہ فقیہ العصر کی خدمت میں حاضر رہا۔ آپ نے ساری رات اپنے محبوب حقیقی کے ذکر و اذکار میں گزار دی اور لحہ بھر کے لیے بستر استراحت پر تشریف فرما نہ ہوئے۔ کبھی کبھی بازو کی ٹیک لگا لیتے تھے، کبھی دائیں بازو کی اور کبھی بائیں بازو کی اور مراقبہ و استغراق میں تمام رات گزار دی۔ صحیح طور پر چارپائی پر لیٹے بھی نہیں گویا حضرت قبلہ مرحوم آیہ کریمہ ''وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا'' کی عملی تفسیر تھے۔ آپ تمام دن مخلوق خدا کو رشد و ہدایت کا درس دیتے اور ساری ساری رات خالق اکبر کے حضور عجز و نیاز میں گزار دیتے۔

یہ تھا حضرت قبلہ فقیہ العصر استاذ العلما مرحوم کے معمولات کا مختصر سا خاکہ۔

فقیہ العصر استاذ العلما کی اولاد

اللہ رب العزت نے قبلہ فقیہ العصر استاذ العلما کو تین فرزند عطا کیے:-

صاحب زادہ محمد عبداللہ صاحب (متوفی ۱۹۴۰ء):-

آپ قبلہ بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے بڑے فرزند تھے۔ استاذ العلما کی حیات ظاہری ہی میں اور اپنے عالم شباب میں محبوب حقیقی سے جا ملے۔ آپ نہایت پاکیزہ اخلاق کے مالک تھے۔

یہ آپ کے شریفانہ اوصاف ہی کی وجہ تھی جو اکثر حضرت کے ساتھ رہا کرتے۔ آپ اپنے کھانے پینے میں انھیں شامل رکھتے۔ قبلہ فقیہ العصر استاذ العلما رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اس جوان عمر میں اتنے بلند اخلاق کا مالک ہونا عبداللہ ہی کا خاصا ہے۔ اکثر لوگ بیان کرتے ہیں کہ آپ مادر زاد ولی تھے عموماً جس طرح بات کہہ دیتے اسی طرح ظہور پذیر ہوتی۔ ابتدائی کتب اپنے والد گرامی ہی سے پڑھیں۔ بعد میں تکمیل کے لیے مولانا عطا محمد صاحب بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جامعہ فتحیہ لاہور چلے گئے۔ حافظہ غضب کا پایا تھا، جو بات ایک بار سن لیتے اسے یاد رکھتے۔ آپ نے علوم و فنون میں بڑی مہارت پیدا کی، لیکن اس سے استفادہ حاصل نہیں کیا جا سکا کیوں کہ آپ جلد ہی اس عالم فانی سے عالم باقی کی طرف رحلت کر گئے۔ زندگی نے وفا نہ کی اور لوگ آپ کی حیات ظاہری سے مستفیض نہ ہو سکے، لیکن آپ کی قبر آج بھی لوگوں کے لیے منبع فیض و برکت ہے۔

ع حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

الحاج صاحب زادہ محمد عبدالحق صاحب مدظلہ:-

آپ قبلہ فقیہ العصر کے منجھلے صاحب زادے ہیں۔ ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے والد گرامی سے حاصل کی ہے۔ بعد ازاں متعدد مشاہیر اساتذہ سے بندیال میں رہ کر استفادہ کیا اور بعض سے باہر رہ کر بھی فیض حاصل کیا۔ ان میں سے حضرت العلامہ مولانا عطا محمد صاحب، مولانا محمد الدین صاحب بدھوی، مولانا محب النبی صاحب، مولانا عبدالغفور صاحب ہزاروی، مولانا محمد سعید صاحب (واں بھچراں) اور مولانا عبدالغفور حفیظ ہانڈی رحمۃ اللہ علیہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یوں تو کبھی علما سے صاحب زادہ صاحب نے تحصیل علم کی، لیکن سب سے زیادہ رنگ جس کا غالب ہے وہ مولانا عطا محمد صاحب کی ذات گرامی ہے۔ آپ کی دستار بندی محدث اعظم پاکستان مولانا ابو الفضل محمد سردار احمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے دار العلوم جامعہ رضویہ مظہر اسلام لائل پور (فیصل آباد) میں ہوئی۔

بیعت غوث زماں حضرت پیر سید غلام محی الدین شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئے اور وہیں سے آپ کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ پیر صاحب نے آپ کو خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا۔ یہ اعزاز بڑے بڑے علما کو سالہا سال کی حاضری کے بعد بھی نصیب نہیں ہوتا۔

صاحب زادہ صاحب فرمایا کرتے ہیں کہ مجھ پر جو کچھ بھی خدا کا فضل و کرم ہوا یہ سب قبلہ

والدِ گرامی کی دُعا کا ہی ثمرہ ہے۔ چناں چہ آپ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت والد ماجد ؒ کا آخری وقت تھا تو میں آپ کو بہ وقتِ ضرورت چار پائی سے نیچے اُتارتا اور پھر اوپر بٹھاتا اور آپ کی زبان پر یہ دُعائیہ کلمات جاری رہتے کہ ''اللہ تجھے علم نافع دے!'' یہ اس دُعا کا ہی نتیجہ تھا کہ باوجود گھر کی ذمہ داریوں کے صاحب زادہ صاحب کے شوق اور تجسس میں کمی نہ آئی۔ کبھی گھر رہ کر اور کبھی گھر سے باہر رہ کر تعلیم حاصل کرتے رہے۔ علوم ظاہری اور باطنی کی تکمیل کے بعد اپنے والد قبلہ فقیہ العصر استاذ العلما ؒ کے جاری کیے ہوئے سرچشمہ سے تشنگانِ علم و عرفان کو سیراب فرما رہے ہیں۔ ایک طرف اگر طالبانِ حق کی جھولیاں تحقیق و تدقیق کے جواہر سے بھر رہے ہیں تو دوسری طرف متلاشیانِ عرفان کے دامنوں میں حب الٰہی اور عشق رسول کے ان مول موتی نچھاور فرمارہے ہیں۔ علاقہ بھر کے شرعی فیصلے آپ ہی فرماتے ہیں اور آپ کے کیے ہوئے فیصلہ کے سامنے کسی کو دم مارنے کی اجازت نہیں۔ خلق خدا کا ہر وقت تانتا بندھا رہتا ہے۔ ہر روحانی اور جسمانی بیماری والا یہاں سے شفائے کامل حاصل کر کے رُخصت ہوتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اگر اسے روحانی ڈسپنسری کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔

اس زمانہ میں بھی جب کہ آپ ابھی فارغ التحصیل نہیں ہوئے تھے بڑے بڑے علما کا آپ کے سامنے آنے سے کلیجہ کانپتا تھا۔ حضرت اُستاذ العلما فقیہ العصر کو دُنیا سے وصال فرمائے ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ صاحب زادہ صاحب موضع شادیہ (ضلع میاں والی) میں ایک زمین دار غلام محمد ولد خان بیگ جنجوعہ کی والدہ کی فاتحہ خوانی کے لیے تشریف لے گئے۔ وہاں ایک مولوی جس کا نام غلام حسین تھا اور دیوبند کا فارغ التحصیل تھا اپنے عقائد کو چھپا کر اہل سنت کا امام بننا چاہتا تھا۔ بعض متعلقین نے بتایا کہ مولوی غلام حسین کٹر وہابی ہے اور تقیہ کر کے ہمارا امام بننا چاہتا ہے اگر ہم پر اس کی وہابیت ظاہر فرمادیں تو بہتر ہوگا۔ صاحب زادہ صاحب نے فرمایا کہ اگر وہ یہاں آ گیا تو بات صاف ہو جائے گی۔ اتفاق سے تھوڑی دیر بعد مولوی غلام حسین آ گیا۔ جب وہ اطمینان کے ساتھ بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا کہ مولوی صاحب! لوگوں کو کچھ آپ کے عقیدہ کے متعلق شبہ ہے' اپنا عقیدہ بیان فرمادیں تاکہ تسلی ہو جائے' لیکن مولوی صاحب نے کچھ نہ کہا۔ تو صاحب زادہ صاحب نے خود ہی فرمایا کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ما کان و ما یکون کا علم عطا فرمایا ہے۔ آپ کا اس بارے میں کیا عقیدہ ہے؟ مولوی صاحب نے جواب میں

کہا کہ یہ علم محیط خاصہ خدا ہے اور غیر کے لیے اسے ثابت کرنا شرک ہے۔ اس پر ملک بہادر ولد محمد جنجوعہ جو کہ وہاں موجود تھا' نے کہا کہ ہمارا عقیدہ وہ ہے جو مولوی یار محمد کے لڑکے نے بیان کیا ہے۔ مولوی صاحب بڑے شرمندہ ہوئے اور اُٹھ کر چلے گئے۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ مولوی صاحب مذکور بغل میں کتابیں دبائے ہانپتے کانپتے آ گئے۔ بخاری شریف کھولی لیکن صاحب زادہ صاحب کی جلالت علمی سے اس قدر متاثر ہوا بلکہ مرعوب ہوا کہ کوئی لفظ بولا نہ جاتا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ مرض رعشہ کا مریض ہے۔ نہ عبارت صحیح تلفظ سے پڑھ سکے اور نہ ہی اس کے معنی ٹھیک طرح سے بیان کر سکے۔ صاحب زادہ صاحب نے مجمع سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اسے کہتے ہیں فاضل دیوبند! جو عبارت پڑھے نہیں بلکہ بگاڑے۔ آپ نے اس کے مدعا پر مطلع ہو کر کہا کہ مولوی صاحب! وہ حدیث پیش کرنا چاہتے ہیں کہ صحابی درِ اقدس پر حاضر ہوا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کون ہے؟ اس نے عرض کی: مَیں ہوں۔ اس پر مولوی صاحب بولے: اگر حضور ﷺ کو علم ہوتا تو آپ پوچھتے کیوں؟ صاحب زادہ صاحب نے فرمایا کہ پوچھنا ہمیشہ عدمِ علم پر دلالت نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ ؑ سے سوال کیا: وَ مَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ''اے موسیٰ! تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟'' تو گویا اللہ تعالیٰ کو کوئی علم نہ تھا کہ جناب موسیٰ ؑ کے ہاتھ میں کیا ہے؟ صاحب زادہ صاحب نے فرمایا کہ سوال کرنے میں حکمت ہوتی ہے۔ آپ ﷺ کا اس صحابی سے نام پوچھنا اس لیے تھا کہ اگر کوئی پوچھے تو نام بتایا جائے۔

دوسری حدیث جو وہ بیان کرنا چاہتا تھا وہ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ پر تہمت والا واقعہ تھا۔

آپ نے فرمایا: اس واقعہ میں حدیث کا ایک حصہ ہے۔ دوسرا حصہ وہ ہے جسے ''تفسیر کبیر'' میں امام رازی ؒ نے نقل کیا ہے: ''وَ اللّٰهِ مَا اَظُنُّ عَلٰى اَهْلِيْ اِلَّا خَيْرًا'' یعنی خدا کی قسم مجھے اپنے اہل پر بغیر بہتری کے اور کوئی گمان نہیں۔

یعنی حضور ﷺ تو قسم اُٹھا کر فرمائیں مجھے اپنی اہل پر بُرا گمان نہیں ہے اور تو کہتا ہے آپ کو علم نہ تھا۔ جب مولوی صاحب سے کوئی جواب نہ بن پڑا تو ہاتھا پائی پر آ گیا۔ صاحب زادہ صاحب نے فرمایا کہ میرے پاس چابک موجود ہے، اِتنا ماروں گا کہ یاد رکھے گا اس پر موجود حاضرین نے مولوی صاحب کا بازو پکڑ کر کہا کہ نکل یہاں سے! جواب آتا نہیں اور مولوی بنا پھرتا ہے۔ یہ واقعہ صاحب زادہ صاحب کی جلالت علمی پر دلالت کرتا ہے۔

آپ کے نو بیٹے ہیں:

۱- صاحب زادہ محمد مظہر الحق بندیالوی: جامع مسجد بندیال میں خطابت اور جامعہ میں درسِ نظامی کی تدریس نیز آستانہ کے متوسلین و مریدین کے مسائل کے روحانی مسائل بھی حل فرماتے ہیں۔

۲- پروفیسر صاحب زادہ محمد ظفر الحق بندیالوی (ایم اے اِسلامیات- گولڈ میڈلسٹ): جامعہ کے ناظم تعلیمات اور گورنمنٹ ڈگری کالج قائد آباد میں اسسٹنٹ پروفیسر اور جامع مسجد غوثیہ قائد آباد میں خطیب کے عہدہ پر فائز ہیں۔ متعدد کتب و رسائل تصنیف کیے ہیں۔

۳- صاحب زادہ محمد اِحسان الحق (ایم اے اِسلامیات): بندیال ہائی سکول میں عربک ٹیچر اور جامع مسجد گلزارِ حبیب قائد آباد میں خطیب ہیں۔

۴- ڈاکٹر محمد انوار الحق بندیالوی: محکمہ صحت میں میڈیکل اسسٹنٹ کی سیٹ پر عرصہ ۲۲ سال سے ڈیوٹی انجام دے رہے ہیں۔ انجمن طلباے اِسلام کے سابق نائب ناظم پنجاب، جماعت اہلِ سنت پاکستان کے جنرل سیکریٹری اور جامعہ کے شعبۂ نشر و اِشاعت کے نگران ہیں۔

۵- صاحب زادہ حافظ محمد اِسرار الحق بندیالوی: مدرّس جامعہ بندیال

۶- صاحب زادہ ڈاکٹر محمد اِفتخار الحسن بندیالوی: میڈیکل اسسٹنٹ

۷- صاحب زادہ پروفیسر جمیل احمد بندیالوی (ایم اے اِکنامکس)

۸- صاحب زادہ حافظ زبیر احمد بندیالوی (متعلّم درسِ نظامی)

۹- صاحب زادہ محمد شعیب احمد بندیالوی

دونوں بڑے بیٹوں کے علاوہ ابھی تک ۴ حضرات کو خلافت عطا کر چکے ہیں:
شرفِ ملت محسنِ اہلِ سنت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ
الشیخ مفتی علی احمد سندھیلوی، مولانا مفتی غلام محمد بندیالوی، مولانا حافظ عبد الغفور گولڑوی حفظہم اللہ
حضرت صاحب زادۂ والا قدر، قبلہ فقیہ العصر رحمۃ اللہ علیہ کی آخری صلبی یادگار ہمارے پاس موجود ہیں۔ دُعا ہے کہ اللہ ربّ العزت ان کا سایۂ عاطفت بہ سلامت تا دیر ہمارے سروں قائم و دائم رکھے۔ آمین ثم آمین۔ ایں دُعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔

صاحب زادہ محمد فضل الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ-

آپ حضرت قبلہ فقیہ العصر اُستاذ العلما بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے چھوٹے صاحب زادے ہیں۔ ظاہری علوم میں حضرت علامہ عطا محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اِستفادہ کیا اور سلسلۂ سلوک حضرت مولانا عبد الغفور صاحب نقش بندی رحمۃ اللہ علیہ بہ مقام دریا شریف ضلع کیمبل پور سے منسلک تھے۔ آپ صوفی منش، نیک صورت اور سیرت تھے۔ حلیم الطبع ہونے کے علاوہ تواضع، اِنکساری اور سخاوت تو اس خاندان کے ہر فرد کی گھٹی میں رکھی ہوئی ہے۔ ہر وقت ذکر و تسبیح میں مشغول رہتے تھے۔ اِنتظامی اُمور میں نہایت دور اندیش تھے۔ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ/ جون ۲۰۰۶ء میں وفات پائی۔ آپ کے چھے صاحب زادگان ہیں جن کے نام حسبِ ذیل ہیں: صاحب زادہ حافظ مسعود احمد، صاحب زادہ محبوب احمد، صاحب زادہ اِفضال احمد، صاحب زادہ اِکرام الحق، صاحب زادہ مولانا اسد الحق، صاحب زادہ غلامِ معین الدین۔

مکتبہ مظہریہ اِمدادیہ کے شعبۂ نشر و اِشاعت کے ناظم ہونے کا شرف بھی حاصل تھا اور متعدد کتب مثل چہل حدیث، شرحِ اسماے حسنیٰ، مروّجہ فاتحہ خوانی، سماعِ موتیٰ، کتاب الوسیلہ اور کتاب الشفاعت تصنیف فرمائی ہیں اور بہترین طباعت کرا کے کثیر تعداد میں مفت تقسیم کیں اور ابھی یہ سلسلۂ اِشاعت جاری ہے۔

مزید حالات کے لیے ''پیکرِ صبر و اِستقامت'': صاحب زادہ محبوب احمد بندیالوی مطبوعہ اِسلامک میڈیا سنٹر، لاہور ملاحظہ فرمائیں!

کرامات

حضرت قبلہ اُستاذ العلما مولانا یار محمد صاحب بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی ریاضت و مجاہدہ سے عبارت ہے، وہ حوادث کے کانٹوں کو بھی مشیت کے پھول سمجھ کر چُن لیتے تھے، انھیں ہجومِ اندوہ میں بھی مسکرانا آتا تھا، وہ مصائب کی دوپہر میں بھی اشکوں کی چھاؤں سے دور رہتے تھے۔ علاقے کے لوگوں کو آپ کی رُوحانیت پر اِعتقاد تھا۔ وہ اپنی مشکلات کے حل کی خاطر آپ کی خدمت میں دوڑتے آتے۔ ذیل میں قبلہ استاذ العلما رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ اقدس سے ظہور میں آنے والی چند ایک کرامات درج کی جاتی ہیں۔ کیوں کہ تمام کرامات کا ذکر کرنا تو ہماری طاقت سے باہر ہے:

۱- ایک عفیفہ کا بیان ہے کہ میرا خاوند اوباش قسم کا آدمی تھا۔ اس کے ایک عورت سے ناجائز تعلقات تھے اور مَیں صوم وصلوٰۃ کی پابندی تھی اور حضرت قبلہ فخر الاتقیا اُستاذ العلما بندیالوی مرحوم کی خدمت میں گاہے بہ گاہے زیارت کے لیے حاضر ہوتی رہتی تھی۔ ایک دفعہ مَیں خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر رو پڑی اور عرض کی کہ یا حضرت! مَیں نماز روزہ کی پابند ہوں اور حرام سے نہایت درجہ پرہیز کرتی ہوں، لیکن میرے خاوند کے ایک عورت کے ساتھ ناجائز تعلقات ہیں اور وہ عورت اس کو ہر قسم کی چیزیں دیتی ہے اور حرام اور حلال میرا خاوند ملا دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ گڑ دم کردوں گا۔ اللہ کریم کی مہربانی سے میں نے گڑ دم کروالیا۔ جب گھر واپس گئی تو میرے خاوند نے ازروئے تمسخر مجھے کہا: میرے لیے کچھ دم کروالائی؟ میں نے کہا: ہاں! حضرت جی نے گڑ دم کردیا ہے۔ وہ گڑ کھانے لگ گیا اور ساتھ ہی کہنے لگا: حضرت جی کا پتہ چلے گا۔ خدا کی قدرت کہ وہ گڑ کھانے کے بعد میرے خاوند کا خیال اس عورت سے بالکل پھر گیا۔ اس نے لاکھ کوششیں کیں، مگر اللہ کے ولی کی نظر نے وہ کام کیا کہ عقل دنگ رہ گئی۔ ایک وہ حالت تھی کہ اس سے جدا نہ ہوتا تھا اور ایک یہ حالت ہے کہ اس کو دیکھنا بھی گوارا نہ کرسکتا تھا۔

۲- فخر الاتقیا والاصفیا قبلہ سلطان علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ہم جمعۃ المبارک کے لیے بندیال جارہے تھے۔ میرے برادرِ محترم میاں مہر علی صاحب اور دیگر کئی افراد ساتھ تھے۔ انھی میں سے ایک آدمی مسمّٰی میاں محمد اعوان نے دورانِ سفر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ آج کل پیروں اور فقیروں کی اولاد بہت خراب ہے اور کئی خلافِ شرع حرکات کے مرتکب ہوتے ہیں۔ کتوں سے کھیلتے اور نامحرم عورتوں سے مجلس کرتے رہتے ہیں اور کئی دفعہ اِغوا تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ اسی طرح دیگر بہت سے برے برے کام کرتے ہیں۔ اصل اس گفتگو میں مخاطب میرے بھائی صاحب تھے کیوں کہ وہ اس وقت کتے وغیرہ رکھتے تھے۔ آخر کار ہم حضرت قبلہ فقیہ العصر استاذ العلما مرحوم بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شرفِ قدم بوسی سے مشرف ہوئے تو حضرت قبلہ نے میاں محمد اعوان سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ میاں محمد! فقرا کی اولاد پر طعن و تشنیع نہیں کرنا چاہیے اور ان پر کسی قسم کا اعتراض وغیرہ نہ کرنا چاہیے خواہ وہ کتے وغیرہ ہی کیوں نہ رکھتے ہوں، کیوں کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی ذات ناراض ہوجاتی ہے کہ آخر وہ اس کے مقبولوں کی اولاد تو ہیں۔ اس لیے ان کے متعلق سوچ سمجھ کر کچھ کہنا چاہیے۔ یہ اِرشاد آپ نے ہمارے حاضر

ہوتے ہی فرمایا قبل اس کے کہ کوئی آپ سے اثنائے سفر کے قصہ کا ذکر کرے۔ گویا آپ روحانی طور پر ہماری اس گفتگو سے مطلع ہوگئے۔ کتنا سچا ہے یہ اِرشادِ نبوی کہ ''اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله''

۳- انھی فقیر صاحب کا بیان ہے کہ ہم جمعہ کی نماز کے بعد کچھ دیر تک حضرت قبلہ اُستاذ العلما فقیہ العصر کی خدمت میں ٹھہرتے۔ میں اس دوران قبلہ عالم خواجہ غلام حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سواگ سے سلوک کی تعلیم حاصل کرتا تھا۔ اِتفاقاً میری نظر کسی غیر محرم پر پڑ گئی۔ بعد میں جب میں حضرت اُستاذ العلما رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ فقیر صاحب! ذکر و فکر اور حرام نظر دونوں جمع نہیں ہوسکتے۔ اس مرحلہ میں نظر کی بہت حفاظت کرنی چاہیے تاکہ راہِ سلوک میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہو۔ سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نورِ ولایت سے ہمارے حالات سے باخبر ہیں۔

۴- مولانا محمد شہباز خان صاحب صدر مدرّس حسینیہ، شاہ والا فرماتے ہیں کہ ایک سال رمضان المبارک کے بعد تدریس شروع کرنے سے پہلے بندہ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ سلسلۂ تدریس کے اِبتدائی مراحل ہیں، بڑا مشکل کام ہے، دیکھیے کیسے گزرتی ہے۔ اس وجہ سے دل میں کافی گھبراہٹ تھی۔ اس دوران ایک رات خواب میں حضرت فقیہ العصر اُستاذ العلما بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے زیارت سے مشرف فرمایا اور ایک کتاب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اسے پڑھو! آپ نے مجھے خواب میں سبق پڑھایا اور میری دلی کیفیت پر مطلع ہوکر ارشاد فرمایا کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ مطالعہ خوب کیا کرو! اِن شاء اللہ کامیابی ہوگی۔ مسلسل آپ نے خواب میں تین رات احقر کو درس دیا۔ اسی طرح آپ نے مشکل وقت میں میری دست گیری فرماکر مجھے شاداں و فرحاں فرمایا۔

۵- ایک دفعہ فتح خاں نامی ایک شخص کو کسی باولے کتے نے کاٹ لیا۔ وہ شخص اپنا دماغی توازن کھو بیٹھا حتی کہ اس نے کتے کی طرح بھونکنا شروع کردیا۔ جب ظاہری علاج سے کچھ اِفاقہ نہ ہوا تو اس کے اعزہ و اقارب حضرت قبلہ استاذ العلما فقیہ العصر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گریہ وزاری کرنے لگے کہ حضور! فتح خاں تو مرنے والا ہے۔ استاذ العلما رحمۃ اللہ علیہ اس کے گھر تشریف لے گئے تو اسے رسیوں میں جکڑا ہوا دیکھ کر جوش سے فرمایا کہ اسے کھول دو! جب اسے کھولا گیا تو آپ نے اسے سینے سے لگالیا، جب چھوڑا تو اسے قے آنی شروع ہوئی جس میں بہ

کثرت کتے کے بال نکلے اور اس کو ایک بھیانک عذاب سے نجات ملی۔ کہتے ہیں کہ بعد میں وہ پینتیس سال تک زندہ رہا اور فتح خاں باولا کے نام سے مشہور ہو گیا جس کو تقریباً سارا علاقہ جانتا ہے۔

۶- اسی طرح ایک آدمی کا ایک قیمتی بیل باولا ہو گیا۔ اس کے مالک نے آپ کی خدمت میں آ کر دہائی دی۔ عرض کرنے لگا: حضور! میرا ہزار روپیہ کی قیمت والا بیل ضائع ہونے کو ہے۔ آپ نے فرمایا: اسے میرے پاس لے آؤ! وہ شخص عرض کرنے لگا کہ بیل بڑا سرکش ہے۔ اس پر ستم یہ کہ وہ اب باولا ہو چکا ہے، اسے یہاں تک لانا ہمارے بس میں نہیں۔ آپ نے اسے ایک تعویذ لکھ کر دیا اور فرمایا کہ یہ اسے کسی طریقہ سے کھلا دینا' وہ خود بہ خود آ جائے گا۔ اس شخص نے وہ تعویذ بیل کو کھلا دیا۔ اس کی رسیاں کھولیں اور اسے قبلہ فقیہ العصر استاذ العلما ؒ کے گھر کی طرف متوجہ کیا۔ وہ بیل خود بہ خود اس راستے پر ایسے چل پڑا جیسے ہمیشہ سے چلتا آیا ہو۔ آپ نے اسے ایک درخت کے ساتھ بندھوایا۔ آنکھوں پر پٹی بندھوائی اور تین دن تک اسے روٹی پر کچھ لکھ لکھ کے کھلاتے رہے۔ جب اس کی آنکھیں کھلیں تو وہ صحیح تھا۔

۷- اسی طرح شیر ولد محمد قوم بھٹی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت وہ عمر کے پچاس سال گزار چکا تھا۔ اتنی ہی عمر اس کی بیوی کی تھی۔ اس کے دونو جوان بیٹے قضائے الٰہی سے فوت ہو گئے۔ ان کی موت ماں باپ کی آرزوؤں اور اُمنگوں کی موت تھی۔ ان میں سے ایک لڑکے کی تو منگنی بھی ہو چکی تھی اور اس کے لیے زیور وغیرہ بھی تیار تھا۔ وہ یہ صدمہ سہار نہ سکے۔ باپ روتا ہوا آپ کی خدمت میں پہنچا اور تمام زیور آپ کی خدمت میں رکھتے ہوئے بولا کہ اب ان کا ہم کیا کریں؟ قبلہ فقیہ العصر ؒ نے اسے تسلی دی اور کہا کہ اسے تم سنبھال کر رکھو! تمھیں اس کی ضرورت پڑے گی! عن قریب اللہ تعالیٰ تمھیں اولادِ نرینہ عطا فرمائے گا۔ چناں چہ اس شخص نے دوسری شادی کی اور اللہ رب العزت نے اسے بہ ایں ضعفِ پیری تین لڑکے عنایت فرمائے۔

۸- حضرت مولانا عطا محمد صاحب ؒ بیان فرماتے ہیں کہ جب مَیں بندیال میں پڑھتا تھا تو حضرت قبلہ استاذ العلما فقیہ العصر ؒ کو بیماری لاحق ہوئی جس سے آپ کو زبردست تکلیف رہی۔ تقریباً آپ چھ ماہ بستر علالت پر رہے۔ میں صرف آپ کی خدمت کے لیے حاضر رہا۔ آپ نے میرے حق میں دُعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تم کو علم نافع عطا فرمائے! بندہ طالب علمی کے زمانہ میں پریشان رہتا تھا کہ درسِ نظامی میں علوم عالیہ بڑے مشکل ہیں۔ جب کہ پڑھنے کے

وقت بہ صد مشکل سبق سمجھ میں آتا ہے تو بعد از تحصیل کیا ہو گا۔ اس وقت تو سابقہ کتب بالکل بھول جائیں گے، لیکن اساتذہ کی دُعاؤں کا اثر ہو کر رہا اور اللہ تعالیٰ نے مجھ پر فضلِ عظیم کیا کہ بلا تکلیف علم نصیب ہوا۔

نہ کتابوں سے نہ کالج کے ہے در سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

۹- مولوی محمد وساوا صاحب (ساکن مہرو) کہتے ہیں کہ ایک سال تک بالکل بارش نہ ہوئی۔ فصلیں تمام سوکھیں ہوئی تھیں۔ آسمان قطرۂ آب برسانے پر نظر نہ آتا تھا۔ لوگوں کے مال مویشی ہلاک ہو رہے تھے۔ قحط کے قدم تیزی کی دہلیز پر نظر آ رہے تھے۔ سارے گاؤں والے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: قبلہ! بارانِ رحمت کے لیے دُعا فرمائیں! آپ نے دُعا فرمانے کے بعد اپنے خادم سے کہا کہ کہی لے کر باہر پانی کے لیے راستہ بنا دے! اس نے چاروں طرف نظر دوڑا کر کہا کہ آسمان پر تو کوئی بادل کا ٹکڑا بھی نہیں، مَیں صبح راستہ بنا دوں گا۔ آپ نے کہا: میں جو تمھیں کہہ رہا ہوں وہ کرو! تمھیں کیا معلوم کہ آنے والی گھڑی میں خدا کیا کرنے والا ہے۔ خادم ابھی راستہ بنانے کے کام سے فارغ نہ ہوا تھا کہ آسمان کی ایک جانب سے گہرا بادل اُٹھا اور جل تھل ایک ہو گئے۔ صبح کے وقت قبلہ فقیہ العصر ؒ نے خادم سے متوجہ ہو کر فرمایا کہ اب کس طرح راستہ بناؤ گے۔

۱۰- یہی مولانا محمد وساوا صاحب بیان کرتے ہیں کہ میرے بڑے بھائی کو والد صاحب نے ایک مولوی صاحب کے پاس پڑھنے کو چھوڑا۔ میرے بھائی کی وہاں طبیعت نہ لگتی تھی۔ پڑھائی کا وقت اِدھر اُدھر بہانوں میں گزار دیتے۔ آخر استاذ صاحب نے بھائی صاحب کی شکایت لکھ کر بھیجی۔ جب بھائی صاحب کو معلوم ہوا کہ میری شکایت ہو گئی ہے۔ تو وہ پڑھنے کا بہانہ کر کے جنگل میں جا کر سو گیا۔ کسی نے جا کر والد صاحب کو اطلاع دی کہ وہ جنگل میں سویا ہوا ہے۔ آپ کو فکر لاحق ہوئی کہ صبح وہ گھر سے نکلا ہے اور جنگل میں پانی وغیرہ بھی نہیں ہے وہ کیسے وہاں ٹھہر سکتا ہے۔ شاید لقمۂ اجل بن گیا ہو گا۔ جب آپ اسے تلاش کرتے وہاں پہنچے تو ایک جگہ اسے سویا ہوا پایا۔ چھڑی لے کر اتنا پیٹا کہ لہولہان کر دیا۔ والد صاحب دوسرے دن اسے ساتھ لے کر مولوی صاحب کی خدمت میں پہنچے۔ مولوی صاحب نے کہا: یہ نہیں پڑھ سکتا۔ آخر کار والد

صاحب بھائی صاحب کو ساتھ لے کر قبلہ فقیہ العصر استاذ العلما مرحوم کی خدمت میں پہنچے اور عرض کی کہ آپ فرماتے ہیں کہ اولاد کو پڑھاؤ لیکن اگر اولاد نہ پڑھے تو ہم کیا کریں؟ حضرت قبلہ فقیہ العصر مرحوم نے میرے بھائی سے پوچھا کہ کیوں بھئی! کیا بات ہے؟ اس نے کہا: طبیعت نہیں لگتی۔ آپ نے اس کے منہ میں لعابِ دہن ڈالا اور فرمایا کہ نگل جا! جب اس نے نگل لیا تو آپ نے فرمایا کہ اب اس کا جی لگے گا۔ اس کے بعد تو اس کا پڑھائی میں اس طرح دل لگا کہ ہم لوگ تو مدرسہ سے گھر چلے آتے، لیکن بھائی صاحب مدرسہ میں ہی رہا کرتے۔ گھر والے اسے بلاتے مگر وہ انکار کر دیتا اور کہتا کہ پڑھائی میں ناغہ ہوگا۔

نگاہِ ولی میں یہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

۱۱۔ انھی مولوی صاحب کا بیان ہے کہ قبلہ فقیہ العصر استاذ العلما مرحوم جب کبھی کسی کو بیعت فرماتے تو تہجد کے بعد بلا لیا کرتے، لیکن مَیں چوں کہ بھیڑیں چرایا کرتا تھا اِس لیے وقت مقررہ پر نہیں پہنچ سکتا تھا۔ ایک دن نمازِ جمعہ پڑھنے کے لیے بندیال آیا تو نماز جمعہ سے پہلے عرض کی کہ حضور! بیعت فرمالیں! آپ نے فرمایا کہ جمعہ کے بعد بیعت کیا جائے گا۔ جمعہ کے بعد ایک شرعی فیصلے کی مصروفیت نے نہ چھوڑا۔ اس لیے صرف بیعت فرمالیا اور وظیفہ کے متعلق فرمایا کہ بعد میں بتاؤں گا۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ میں اپنے گاؤں واپس چلا آیا۔ رات کو جو سویا تو آپ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ درود شریف کی ایک تسبیح ہر نماز کے بعد پڑھ لیا کرو۔ اگلے جمعہ پر پھر حاضری نصیب ہوئی۔ میں نے وظیفہ کے متعلق عرض کی تو آپ نے فرمایا کہ مولوی صاحب! وظیفہ پہلے بتا جو دیا ہے۔ یہ تھی قبلہ فقیہ العصر استاذ العلما رحمۃ اللہ علیہ کی رُوحانی بصیرت کہ جو خواب میں ارشاد فرمایا تھا میرے بیان کرنے سے پہلے وہی دُہرا دیا۔

۱۲۔ یہی مولوی محمد وساوا صاحب بیان فرماتے ہیں کہ ۱۹۵۲ء میں مَیں بندیال سے کچھ دور چک نمبر ۳۱ ڈی بی میں امامت کرایا کرتا تھا۔ عموماً جمعہ کے روز بندیال آ کر نمازِ جمعہ ادا کرتا۔ چوں کہ چک مذکورہ سے شادیہ بہ نسبت بندیال قریب تھا اِس لیے شادیہ جانے لگا۔ تین یا چار جمعے اسی طرح پڑھے ہوں گے کہ آپ نے خواب میں زیارتِ اقدس سے مشرف فرمایا اور کہا کہ جمعہ کیوں نہیں پڑھتا؟ مَیں نے عرض کی کہ حضور! اب آپ تو بندیال میں ہوتے ہی نہیں۔ اس لیے

مَیں شادیہ میں جمعہ پڑھ لیتا ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تیرا جمعہ نہیں ہوتا۔ بعد میں مولوی صاحب کا بیان ہے کہ جمعہ نہ ہونے کی وجہ یہ سمجھ میں آئی کہ شادیہ میں جو اس وقت امام تھا ایک تو نابینا تھا، دوسرا وہ علمائے حق کی شان میں نازیبا کلمات کہا کرتا تھا۔ اس کے بعد آپ اپنے دولت کدہ کے دروازے کی طرف بڑھنے ہی والے تھے کہ میں نے عرض کی کہ حضور! ایک مسئلہ پوچھنا ہے۔ آپ نے فرمایا: کون سا مسئلہ ہے؟ مَیں نے عرض کی کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ''البینة للمدعی و الیمین علی من انکر'' مَیں نے مولوی غلام یٰسین صاحب واں بھچروی سے مسئلہ پوچھا کہ مولوی صاحب! اگر چور عادی ہو اور اس کے متعلق یہ مشہور ہو کہ وہ جھوٹی قسم کھانے سے بھی دریغ نہیں کرتا، کوئی دوسرا آدمی بھی اس کے لیے اعتبار دینے کو تیار نہیں، لیکن وہ چور خود قسم دینے کو تیار ہے۔ تو اب کیا کیا جائے؟ مولوی غلام یٰسین صاحب نے جواب دیا کہ اس سے مال وصول کیا جائے گا۔ مَیں نے جواب میں کہا کہ یہ اس حدیث کے خلاف ہے۔ قبلہ فقیہ العصر استاذ العلما رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مال وصول نہیں کیا جائے گا اور کتابوں میں بھی یہی آیا ہے۔ اس کے خلاف نہ مل سکے گا۔

مرنے والے مرتے ہیں، لیکن فنا ہوتے نہیں
یہ حقیقت میں کبھی ہم سے جدا ہوتے نہیں

۱۳۔ قبلہ فقیہ العصر استاذ العلما بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ جس طرح وعظ فرما کر لوگوں کی اِصلاح فرماتے اسی طرح بیعت فرما کر سلسلۂ چشتیہ صابریہ میں منسلک کر کے معرفت کے ان مول موتیوں سے لوگوں کی جھولیاں بھرپور فرما دیتے۔ صاحب زادہ محمد عبدالحق صاحب فرماتے ہیں کہ جناب غلام محمد عرف غلاموں نے ایک دفعہ قبلہ والد صاحب مرحوم کا ذکر کیا اور فرمانے لگے کہ لوگ بعض پیروں سے بیعت ہوتے ہیں، مگر کوئی خاص ثمرہ حاصل نہیں ہوتا جس سے ان کی گزشتہ زندگی میں کوئی اِنقلاب آ جائے۔ ہمارے ہاں خان محمد احمدال نامی ایک لاپروا قسم کا جنگلی نوجوان تھا' حقے کو اِس زور سے کش لگاتا کہ اس کا چھر باہر جا گرتا لیکن جب قبلہ فقیہ العصر استاذ العلما رحمۃ اللہ علیہ کا مرید ہوا تو نماز پنج گانہ باجماعت کا عادی ہو گیا، شریعت کے مطابق داڑھی رکھ لی، تہجد گزار بھی بن گیا، ہر وقت ہاتھ میں تسبیح ہے۔ اوباشوں کا سرغنہ اب شب زندہ داروں کی صفوں میں جا داخل ہوا۔

۱۴۔ مولوی محمد وساوا صاحب بیان کرتے ہیں کہ مجھے بچ پن میں تعلیم حاصل کرنے کا

اِنتہائی شوق تھا۔ گھریلو ذمہ داریاں مانع تھیں۔ مَیں بھیڑیں چرایا کرتا تھا، مگر علم کی طلب کی آگ برابر لگی ہوئی تھی۔ گھر والوں سے گاہے بہ گاہے اپنی خواہش کا اظہار کرتا تھا، مگر وہ بھی مجبور تھے۔ جمعہ کے دن میں نمازِ جمعہ بندیال میں ہی ادا کیا کرتا تھا۔ ایک جمعہ کو جو حاضر ہوا تو والد صاحب نے قبلہ فقیہ العصر استاذ العلما رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی کہ ہمیں یہ گنہ گار کرتا ہے، حق تو ہمارا ہے کہ ہم اسے پڑھائیں، لیکن ہم بہ وجہ مجبوری ایسا کرنے سے قاصر ہیں، لیکن ہمیں یہ کہتا ہے کہ مجھے پڑھاؤ! قبلہ بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے نصیحت کے انداز میں فرمایا کہ بھئی! والدین کے بڑے حقوق ہیں۔ اسی طرح انھیں مجبور نہ کیا کرو۔ میں نے عرض کی کہ حضور! مَیں تو سمجھا تھا کہ چوں کہ آپ تک بات پہنچ گئی ہے، لہٰذا میرا مقصد حل ہو جائے گا۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں تمھارا مقصد پورا ہو جائے گا۔ یہ سننا تھا کہ طبیعت میں اطمینان اور سکون کی لہر دوڑ گئی اور ابھی ایک ہفتہ بھی نہیں گزرا تھا کہ میرے قبلہ والد صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ تیار ہو جاؤ تمھیں پڑھنے کے لیے کہیں چھوڑ آؤں۔ چناں چہ مجھے موضع پکہ گھنبیرہ (میاں والی) کے مولوی صاحب کے پاس قرآن مجید پڑھنے کے لیے چھوڑ آئے۔ وہاں پر مَیں نے قرآنِ مجید ناظرہ ختم کیا۔ اس کے بعد چند ایک کتب فقہ پڑھیں، کوئی لمبا چوڑا سلسلہ تعلیم جاری نہیں رکھا، مگر آپ کی دُعا کا صدقہ عربی کتب مُنتہیہ سے بہ آسانی مسئلہ سمجھ لیتا ہوں۔ حال ہی میں مولوی و۔ا۔ صاحب نے اضحیہ اور عقیقہ کے مسائل پر مشتمل ایک ضخیم فتاویٰ مرتب کیا ہے، جس میں نہایت تحقیق سے ذبح، قربانی اور عقیقہ کے مسائل کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ سب قبلہ بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی نظرِ کرم کا نتیجہ ہے کہ ایک بھیڑیں چرانے والا فقہ و حدیث کا عالم بن گیا۔

۱۵- موضع شمار متصل بندیال کی ایک عفیفہ مسماۃ سیداں کا بیان ہے کہ میری اولاد زندہ نہ رہتی تھی۔ سات لڑکے سات سات ماہ کے ہو کر اسقاط ہو گئے۔ کافی پیروں فقیروں کے درباروں پر حاضری دی، لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ آخر کسی نے مجھے حضرت استاذ العلما رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا مشورہ دیا۔ میں آپ کے حضور حاضر ہوئی اور اپنی حقیقتِ حال بیان کی۔ آپ نے مہربانی فرماتے ہوئے دُعا دی اور چند تعویذات دیے۔ اللہ تعالیٰ نے میرے حال پر رحم فرمایا اور مجھے ایک صحیح و سالم لڑکا عنایت ہوا جو کہ زندہ و سلامت ہے اور کثیر اولاد میں سے صرف وہی زندہ ہے۔

۱۶- اِسی طرح ایک خاتون مسماۃ خاتون کا بیان ہے کہ میری چھ لڑکیاں پیدا ہوئیں اور کوئی لڑکا نہ ہوا۔ مجھے ہر وقت یہ غم ستانے لگا کہ اللہ کریم مجھے کوئی ان لڑکیوں کا وارث دے۔ آخر ایک دن قبلہ بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنی پُر درد داستان عرض کی۔ آپ نے فرمایا کہ خدا تجھے لڑکا عطا کرے گا۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک لڑکا عنایت فرمایا جس کا نام حضرت قبلہ نے محمد رکھا جو اللہ کے فضل و کرم اور بزرگوں کی دُعا سے بہ خیر و عافیت زندہ ہے۔

۱۷- ایک مائی صاحبہ مرحومہ فرماتی تھیں کہ جن دنوں صاحب زادہ محمد عبدالحق آستانہ عالیہ سیال شریف میں مقیم تھے اور مولانا عطا محمد صاحب چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر تعلیم حاصل کر رہے تھے تو مَیں نے قبلہ فقیہ العصر استاذ العلما کو خواب میں دیکھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے بخار ہو گیا ہے۔ رات کو خواب آیا اور صبح کو صاحب زادہ محمد عبدالحق بخار کی حالت میں آ گئے۔ تو میں حیران رہ گئی کہ حضرت صاحب کو محمد عبدالحق کے بخار کی اطلاع ہم سے پہلے ہو گئی اور اب اپنے لختِ جگر کے بخار کو اپنی طرف منسوب کر رہے ہیں کہ مجھے بخار ہو گیا ہے۔

۱۸- ایک مائی صاحبہ فرماتی ہیں کہ رات کو آپ کے ایک عقیدت مند کا انتقال ہو گیا جس کا نام چراغ تھا۔ اس وقت میں نیند میں تھی کہ حضرت قبلہ کی زیارت ہوئی کہ آپ گھوڑی پر سوار ہیں اور شمال کی جانب اشارہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس طرف کچھ کام ہے۔ اس لیے ادھر جا رہا ہوں۔ صبح کو سنا کہ چراغ بھٹی فوت ہو گیا ہے اور اس نے وصیت کی ہے کہ مجھے قبلہ استاذ العلما کے پاؤں میں رکھنا چناں چہ اس کا جنازہ ڈیرہ سے شہر میں لے آئے تو میں سمجھ گئی کہ چراغ کو آپ کے ساتھ زبردست محبت تھی۔ اس لیے اس کی موت کے وقت اس کے پاس ہی تشریف لے جا رہے تھے اور جس طرف اشارہ کیا تھا ادھر ہی چراغ کا ڈیرہ تھا۔

۱۹- گڑھی شاہو لاہور کے ٹھیکے دار محمد حسین صاحب کی اہلیہ مسماۃ نور بیگم کو حضرت فقیہ العصر استاذ العلما رحمۃ اللہ علیہ سے شرفِ بیعت حاصل ہے۔ نہایت عابدہ زاہدہ اور تہجد گزار خاتون ہیں۔ قبلہ علامہ بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے اِرشاد سے کافی چلّے، ریاضت و مجاہدہ کیے۔ حضرت صاحب بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے انھیں بڑی عقیدت تھی۔ ان کا بیان ہے کہ تقریباً تیس سال کا عرصہ ہو چکا ہے ہمارے ہاں ایک ملازم ضلع میاں والی کا ٹھہرا۔ اس کا نام فتح محمد تھا۔ اس نے چند آدمیوں سے کہا کہ سورۂ جن یاد کرو! مَیں تمھیں اس کا عامل بنا دوں گا۔ جب وہ گھر آیا تو میں نے اس سے پوچھا

کہ تم سورۃ جن کا عمل کروا سکتے ہو؟ تو اس نے جواب دیا: جی ہاں! میں عمل کروا سکتا ہوں۔ چناں چہ میں نے بھی سورۃ جن یاد کرنی شروع کر دی اور چند ہی یوم میں مجھے اچھی طرح سے حفظ ہوگئی۔ ایک دن مَیں نے فتح محمد سے پوچھا تمھارے پیر کون ہیں؟ تو اس نے کہا کہ فقیہ العصر استاذ العلما مولانا یار محمد صاحب بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جب میں نے ان کا اسم گرامی سنا تو زیارت کا شوق پیدا ہوگیا۔ چناں چہ میں نے اور میرے خاوند ٹھیکے دار محمد حسین نے تیاری کی اور فتح محمد کو بھی ساتھ تیار کیا، لیکن باوجود تیاری کے روانگی نہ ہو سکی۔ میری بڑی لڑکی گجرات میں شادی شدہ ہے۔ ایک موقع پر مَیں اس کے پاس گئی تو مجھے آرام نہ آیا۔ چناں چہ وہاں سے بغیر سوچے سمجھے ایک ٹرین پر سوار ہوگئی۔ یہ راستہ لالہ موسیٰ سرگودھا پہنچی۔ وہاں سے دوسری گاڑی پر سوار ہو کر عازم بندیال ہوئی۔ راستہ میں مجھے خیال آیا کہ کسی سے پوچھوں تو سہی کہ بندیال کتنی دور ہے چوں کہ ہندو اس زمانہ میں یہیں موجود تھے۔ لہٰذا ایک ہندو عورت نے میرے پوچھنے پر بتایا کہ بندیال کے اسٹیشن پر یہ گاڑی رات کے بارہ بجے پہنچے گی۔ تو جوان عورت ہے، زیورات پہنے ہوئے ہے، یہ علاقہ بڑا سخت ہے، تجھ سے تیرے زیور بھی چھین لیں گے اور قتل بھی کر دیں گے۔ مَیں ذرا سی خوف زدہ ہوگئی اور سہم گئی، لیکن پھر خیال آیا کہ جس مردِ خدا کی خدمت میں جا رہی ہوں وہی اِمداد فرمائیں گے اور بالکل مطمئن ہوگئی۔ جب گنجیال (موجودہ قائد آباد) کا اسٹیشن آیا تو اُتر پڑی اور پوچھا کہ کون سا اسٹیشن ہے؟ کسی نے بتایا کہ گنجیال ہے اور بندیال تو اس سے اگلا سٹیشن ہے۔ بڑی پریشان ہوئی۔ آدھی رات کا وقت، بالکل اکیلی اور ناواقف، بڑی پریشانی ہوئی۔ اسٹیشن پر موجود ملازم بتی والا سے میں نے کہا کہ مجھے اسٹیشن ماسٹر کے پاس لے چلو! چناں چہ وہ شخص مجھے ان کے کوارٹر کے قریب لے گیا اور آواز دی کہ بابو جی! تمھارے مہمان ہیں۔ جب اسٹیشن ماسٹر نے پوچھا کہ کون ہیں؟ تو مَیں نے کہا کہ مَیں آپ کی مہمان وغیرہ تو نہیں ہوں بلکہ ایک مسافر ہوں، غلطی سے یہاں اُتر پڑی۔ اب بندیال قبلہ مولانا یار محمد صاحب کے پاس جانا ہے، رات گزارنی مقصود ہے۔ اس نے بتی والے سے کہا کہ اسے بی بی بختاور بکریاں والی کے پاس پہنچا آؤ! وہ شخص چل پڑا اور ساتھ آواز بھی لگانے لگا کہ بی بی بختاور تیرے مہمان ہیں۔ جب میں دروازہ میں داخل ہوئی تو دیکھا کہ ایک اونچے قد والی عورت ہے۔ اس نے اُٹھ کر میرا استقبال کیا اور پوچھنے لگی کہ کہاں سے آرہی ہو اور کہاں جانے کے ارادے ہیں؟ مَیں نے

بتایا کہ لاہور سے آرہی ہوں اور بندیال قبلہ مولانا یار محمد صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے کا خیال ہے۔ وہ بڑی خوش ہوئی اور بستر وغیرہ بچھانے لگی، مگر مَیں نے کہا کہ تکلیف کی کوئی ضرورت نہیں ہے، تھوڑا سا وقت ہے، میں تہجد پڑھوں گی پھر نماز کا وقت ہو جائے گا۔ کچھ دیر کے بعد میں نے وضو کیا، تہجد کی نماز پڑھی پھر صبح کی نماز سے فارغ ہوئی ہی تھی کہ گاڑی آگئی جس میں سوار ہو کر بندیال جا کر اُتری۔ شہر کا رُخ کیا۔ ایک لڑکی سے پوچھا: بیٹی! مولانا یار محمد صاحب کا دولت خانہ کس طرف ہے؟ اُس نے کہا: آگے چلی جاؤ!

جب اس کے والد نے سنا تو کہا: اس کے ساتھ کیوں نہیں چلی جاتی۔ وہ لڑکی میرے ساتھ ہو لی۔ میں حیران رہ گئی کہ سبحان اللہ ایک ولی کے قریب رہنے والے کتنے بااخلاق ہیں۔ جب میں آپ کے آستان پر حاضر ہوئی تو آپ ابھی مسجد میں تھے۔ میں مائی صاحبہ کو ملی اور پوچھا کہ حضرت صاحب کہاں ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا کہ آپ نماز کے بعد طلبا کو درس دیتے ہیں۔ مَیں نے عرض کیا کہ حضور کو کسی کے ذریعہ بلائیں۔ لیکن اتنے میں صاحب زادہ صاحب جو قریب ہی کھیل رہے تھے فرمانے لگے کہ اماں جی! ابا جی آرہے ہیں۔ جب میری نگاہ ان کے چہرہ انور پر پڑی تو مجھ پر وہ کیفیت طاری ہوئی کہ بیان سے باہر ہے۔ میرے جسم میں کپکپی طاری ہوگئی اور مَیں نے رونا شروع کر دیا۔ اس دوران میں نے قبلہ استاذ العلما کے قدموں میں گرنے کی کوشش کی۔ لیکن آپ نے مجھے ہاتھ تک نہ لگانے دیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے تو پہلے آنا تھا۔ آپ کا یہ فرمانا تھا کہ میں حیران رہ گئی کہ پہلے سے کوئی اطلاع نہیں، لیکن پھر بھی آپ فرما رہے ہیں اور ہمارے اِرادے کی آپ کو پہلے سے اطلاع ہے۔ مَیں نے بیعت کی اِستدعا کی۔ آپ نے منظور فرمالیا اور مجھے کچھ وظائف بتائے۔ مَیں نے گھر واپس جا کر ان پر عمل شروع کر دیا۔ چناں چہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ بعد میں جب حاضر ہوئی تو آپ نے چلّے کاٹنے کے لیے مجھے وظائف بتائے۔ آپ نے طریقہ بتایا کہ ایک دائرہ کھینچ لینا اور اوپر مصلّٰی بچھا لینا اگر کوئی خوف محسوس ہو تو دائرہ کے اندر آجانا اور مجھے اپنے پاس موجود سمجھنا۔ چناں چہ ایک رات سحر کے وقت وضو کر کے میں منہ ہاتھ خشک کر رہی تھی۔ گرمی کا موسم تھا۔ ہم مکان کو تالا لگا کر دالان میں سوتے تھے کہ تالا میں سخت کھڑکھڑاہٹ پیدا ہونے لگی۔ میں دوڑ کر فوراً مصلّٰی پر آگئی۔ میرا خوف فوراً دور ہوگیا۔ اب میں نے جو تالے کی طرف نگاہ کی تو اسے کتے کے برابر کسی سیاہ چیز نے پکڑا ہوا ہے جو اُسے

حرکت دے رہی ہے۔ لیکن تھوڑی دیر بعد وہ چیز خود بخود غائب ہوگئی اور مجھے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ ہوئی۔

بعض اوقات میں اپنے آپ کو اُڑتا ہوا دیکھتی۔ ایک دفعہ یوں سمجھا کہ جیسے شاہی مسجد کے میناروں پر ہوں اور تمام لاہور والے میری آنکھوں کے سامنے ہیں اور بعض اوقات خواب میں یوں معلوم ہوتا جیسے مَیں ایک ہنڈولا میں سو رہی ہوں اور چھوٹے چھوٹے بچے ہنڈولا کو حرکت دیتے ہیں اور ساتھ ساتھ پڑھتے ہیں: صلِّ علی نبیّنا صلّ علی محمّد۔ ہمارے گھر سے عجیب و غریب خوش بوئیں آتیں۔ جو عورت آتی خوش بو سونگھ کر حیران رہ جاتی۔ تمام عورتیں پوچھتیں کہ تم نے کوئی کستوری کا نافہ لیا ہے؟ کیا بات ہے! ایسی خوش بو ہم نے کبھی سونگھی ہی نہیں۔ حالاں کہ مَیں حلفیہ کہتی ہوں کہ مَیں نے کبھی ایک آنہ کی خوش بو لے کر اِستعمال نہ کی تھی۔ قدرتی خوشبو تھی جس کی وجہ سے مَیں خود بھی حیران تھی۔ عورتیں اپنے گھروں میں جا کر کہتیں کہ ٹھیکے دار محمد حسین اپنی بیوی نور بیگم کو بیس بیس روپے والی عطر کی شیشیاں لا دیتا ہے جن کی خوش بو کا یہ حال ہے کہ ایسی خوش بوئیں ہم نے کہیں سونگھی ہی نہیں۔ یہ سب حضرت قبلہ فقیہ العصر استاذ العلما کی نگاہِ کرم اور اللہ تعالیٰ کے فضل کا نتیجہ تھا۔

۲۰- انھی مسماۃ نور بیگم کا بیان ہے کہ چلہ کے دوران جو کہ چالیس روز جاری رہا مَیں نے صرف پونے تین سیر آٹا کھایا تھا۔ شام کے وقت میں خود ہی مرغی کے انڈے کے برابر آٹا لے کر پکاتی اور گائے کے کچے دودھ کے ساتھ کھاتی۔ جب چالیس دن ختم ہو گئے تو میں نے ایک نورانی شکل والے بزرگ کو دیکھا جنھوں نے ایک چادر اُٹھائی ہوئی ہے اور اس میں کچھ بندھا ہوا ہے۔ وہ اس چادر سے مٹھیاں بھر بھر کر ہمارے گھر میں پھینک رہے ہیں، نہ صرف ہمارے گھر میں بلکہ ہمارے قرب و جوار میں جتنے بھی مکان ہیں ان سب میں پھینک رہے ہیں۔ ہمارے مزارع کی بیوی فرزنداں اُن سے پوچھتی ہے کہ آپ کون ہیں؟ اور کیا پھینک رہے ہیں؟ جواب میں وہ بزرگ اِرشاد فرماتے ہیں کہ مَیں اجمیر سے آیا ہوں اور میرا نام خواجہ معین الدین ہے۔ آج نور بیگم نے چلہ ختم کیا ہے اور موتیا تقسیم کر رہا ہوں۔ سبحان اللہ! اللہ والوں کی نظر میں کتنی تاثیر ہے۔ مجھ جیسی ناکارہ پر نظرِ کرم فرمائی اور خواجہ غریب نواز نے میرے گھر قدم رنجہ فرمایا۔

؎ اولیا را تو چہ دانی اے عزیز! | می رسانند بر لامکاں با یک نظر

۲۱- اِسی طرح مَیں نے ایک بار خواب میں دیکھا کہ محفلِ سماع ہو رہی ہے اور خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ اپنے اوپر کالا کمبل لے کر تشریف فرما ہیں۔ مجھے اپنے پیر و مرشد نے چہل کاف کا بھی چلہ کرا دیا تھا۔ دورانِ چلہ مَیں انوار ہی انوار دیکھتی تھی۔ بعض اوقات چاند کو اور بعض اوقات سورج کو اپنے عین سر کے اوپر دیکھتی۔ اس کے علاوہ اللہ کریم کی اتنی عنایات ہوئیں کہ مَیں بیان نہیں کر سکتی۔ یہ سب قبلہ مرشدی مرحوم کی نظرِ عنایت کا صدقہ تھا۔

۲۲- ایک دفعہ قبلہ فقیہ العصر استاذ العلما بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ لاہور تشریف لے آئے تو ٹھیکے دار صاحب کی بہن نے چند دن قبل ایک خواب دیکھا تھا۔ اس کی تعبیر کئی لوگوں سے پوچھی مگر تسلی نہ ہوئی تھی۔ آخر کار ٹھیکے دار صاحب کو لے کر مزنگ میں جہاں کہ آپ تشریف فرما تھے پہنچ گئی۔ مریم بی بی (ٹھیکے دار کی بہن) نے اپنا خواب بیان کیا کہ حضور! مَیں نے دیکھا ہے کہ مَیں ایک شیشے کے بہترین مکان کے اندر ہوں۔ مکان کے اِرد گرد ملٹری اپنے ہاتھوں میں بندوقیں لیے کھڑی ہے اور مجھے نشانہ بنانا چاہتی ہے۔ مَیں سخت پریشانی کے عالم میں خواب سے بیدار ہوئی۔ تھوڑی دیر خاموشی اختیار کرنے کے بعد قبلہ بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ مکان بہشت ہے لیکن تمھارے نفس میں حرص بہت ہے۔ چاہتی ہو کہ ہر چیز تمھارے گھر میں موجود ہو۔ یہ تمھارا نفس ہے جو کہ ہر جانب سے تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ اس کے بعد جب ٹھیکے دار صاحب واپس گھر آئے تو ان کی بہن نے ان سے کہا کہ ٹھیکے دار! تمھارے مرشد خدا رسیدہ اور کامل بزرگ ہیں۔

۲۳- ایک دفعہ ٹھیکے دار صاحب کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ قبلہ مرشدی کی خدمت میں حاضر ہو کر مسخرات کی کلام پوچھوں۔ صبح کی گاڑی سے اُتر کر مسجد میں پہنچا تو آپ وہیں تشریف فرما تھے۔ قدم بوس ہوا اور بیٹھ گیا۔ آپ نے احوال پوچھا اور مسکرا کر فرمانے لگے کہ تم مسخرات کی کلام پوچھنے آئے ہو؟ مَیں نے کچھ شرمندہ ہو کر کہا: ہاں جناب! آپ نے فرمایا کہ اچھا، پہلے تم یہ کلام چند دن تک پڑھو پھر مسخرات کی کلام بتائیں گے۔ ٹھیکے دار صاحب نے رات کو وہ کلام پڑھنی شروع کر دی، جب سو گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ کسی اور عالم میں ہیں، تمام قبروں کے مردے آپ کے سامنے ہیں، ان میں کسی کو کچھ تکلیف ہے کسی کو کچھ۔ یہ منظر دیکھ کر وہ حالت طاری ہوئی کہ بیان سے باہر ہے۔ ٹھیکے دار صاحب جب صبح کی نماز سے فراغت کے بعد حاضرِ خدمت ہوئے تو آپ نے متبسم ہو کر فرمایا: ٹھیکے دار صاحب! مسخرات کی کلام کے متعلق کیا خیال ہے؟ (گویا آپ

پہلے سے سارے واقعہ سے مطلع ہیں) ٹھیکے دار صاحب کہتے ہیں کہ مَیں قدموں میں گر پڑا اور عرض کی: حضور! مجھے اب دُنیا کی ضرورت نہیں، توجہ فرمائیں تا کہ اللہ تعالیٰ میری عاقبت سنوار دے۔

۲۴- لاہور کے ٹھیکے دار محمد حسین صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک بار خواب میں ایک شخص جس نے ایک سواری چاندی کی لادی ہوئی ہے میرے پاس آیا اور محمد سعید (ٹھیکے دار صاحب کا لڑکا) کے متعلق پوچھنے لگا۔ مَیں نے اس سے کام کے متعلق پوچھا تو کہنے لگا کہ اس کا منی آرڈر آیا ہوا ہے۔ مَیں نے کہا: مجھے دے دو! اس نے کہا: تجھے دینے کا حکم نہیں۔ اُنھوں نے یہ خواب قبلہ مرشدی استاذ العلما رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا۔ تو آپ نے یہ تعبیر بیان کی کہ محمد سعید بخت والا ہوگا۔ اس کا بخت آپ کو دکھلایا گیا ہے۔ کچھ دنوں بعد ٹھیکے دار صاحب کو پھر خواب آیا کہ ایک گھڑی ہے جو کہ چل رہی ہے۔ کوئی شخص مجھے کھول کر دکھاتا ہے وہ میرے دیکھنے پر بہ دستور چل رہی ہے۔ مَیں نے قبلہ استاذ العلما رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر خواب بیان کیا۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ تمھیں میری تعبیر پر یقین نہ آیا تھا۔ اللہ کریم نے اشارہ کیا کہ خواب کی تعبیر تجھے کھول کر دکھادی گئی ہے۔ ٹھیکے دار صاحب کہتے ہیں کہ مَیں حیران رہ گیا کہ آپ میرے دل کی حالت پر بھی مطلع ہوگئے۔

۲۵- ایک عفیفہ کا بیان ہے کہ میری حضرت قبلہ فقیہ العصر استاذ العلما رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بیعت تھی اور اللہ تعالیٰ نے اس کی برکت سے بے پایاں عنایات سے نوازا تھا۔ نماز کی پابند ہوگئی۔ تہجد بھی قضا نہ کرتی۔ تلاوتِ کلامِ پاک بھی برابر کرتی۔ دل میں کافی رقت پیدا ہوگئی۔ تھوڑی سی بات سننے پر آنسو جاری ہو جاتے۔ جب حضرت قبلہ بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا تو میں بدحواس سی ہوگئی۔ اکثر اوقات آپ کے مزار پر حاضر ہوتی تو طبیعت میں قدرے سکون پیدا ہوتا۔ میرا خاوند مجھے منع کرتا کہ بار بار مزار پر کیوں جاتی ہو۔ ایک دن مزار پر بیٹھی تھی کہ میرا خاوند وہاں پہنچ گیا اور کہنے لگا کہ تجھے ان مزار والوں نے زندگی میں کیا نفع دلایا کہ اب ان کے مزار کو نہیں چھوڑتی۔ مَیں بادلِ نخواستہ خاوند کی رضا کے لیے چلی آئی۔ رات کو خواب میں کیا دیکھتی ہوں کہ ایک عجیب و غریب سائبان ہے اور اس کے نیچے حضرت قبلہ جی بیٹھے ہیں اور مخلوقِ خدا آپ کی زیارت سے مستفیض ہو رہی ہے۔ میں بھی حاضر ہوئی تو آپ نے میرے خاوند کا نام لے کر فرمایا کہ تجھے فلاں نہیں آنے دیتا۔ مَیں نے عرض کی: جی حضور! تین بار غصہ سے اس بات کو دہرایا خود اسی کو

نقصان ہے۔ خدا کی قدرت کہ چند دنوں بعد میرے خاوند کی حالت دگرگوں ہوگئی اور وہ طرح طرح کے مصائب کا شکار ہوگیا۔ میں نے دل ہی دل میں کہا کہ اللہ والے قبروں کے اندر بھی زندہ ہیں اور بعد از وفات بھی ایسا ہی فیض دیتے ہیں جیسا کہ اپنی حیاتِ ظاہری میں۔

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را هر زمان از غیب جانِ دیگر است

قبلہ فقیہ العصر کی یادگار؛ جامعہ اِمدادیہ مظہریہ، بندیال

خوشا مسجد و مدرسہ و خانقاہے
کہ در وے بود قیل و قالِ محمد

حضرت قبلہ فقیہ العصر استاذ العلما مولانا یار محمد صاحب بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ نصف صدی سے کچھ کم عرصہ تک بندیال میں سفرگاہِ تحقیق کی منزل بنے رہے۔ آپ کے وصال کے بعد رُشد و ہدایت کا وہ مینار گر گیا جس کی ضیا بار شعاعوں سے مسحور ہو کر یمین و یسار سے علم کے متوالے دوڑے دوڑے آتے۔ حضرت قبلہ فقیہ العصر استاذ العلما رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیچھے دو صغیر سن صاحب زادگان مولانا محمد عبدالحق صاحب و مولانا محمد فضل الحق صاحب کو چھوڑا تھا جن کو ابھی علوم کی تکمیل اور تربیت نظر کی ضرورت تھی۔ ارضِ بندیال سے علم و فضل کی بہار کا یہ وداع کوئی ایسا معمولی واقعہ نہ تھا کہ دستورِ کائنات میں فرق نہ آتا۔ اللہ تعالیٰ نے اہلِ بندیال کے دلوں میں کوئی بات ڈال دی اور وہ لوگ علم و معرفت کی اس سلونی محفل کو پھر آباد کرنے پر تیار ہوگئے اور صاحب زادگان اور دیگر طلبا کی تعلیم کے لیے دارُ العلوم جامعہ اِمدادیہ مظہریہ میں تعلیم کا باضابطہ سلسلہ شروع کیا گیا۔ یوں اُستاذ العلما بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی اِس دُنیا سے رِحلت کے بعد آپ کے شاگردِ رشید مولانا محمد سعید صاحب (ثمنی ملتان) کے ہاتھوں جامعہ کی تدریسی زندگی کا آغاز ہوا۔ اس کے بعد مولانا عبد الغفور صاحب حفیظ بانڈی والے اور مولانا علی محمد صاحب پدھراڑوی نے بھی تدریسی خدمات کو جاری رکھا۔ کچھ عرصہ بعد معقولات کے امام مولانا محمد الدین بدھوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات حاصل کی گئیں، مگر دینی خدمات کی وہ بے غرض تنویریں جن سے اہلِ بندیال مانوس تھے ابھی تک بندیال فضا کو حاصل نہ ہوئی تھیں۔ آخر ڈھونڈنے والوں کی نگاہیں اپنے دور کے سب سے بڑے فاضل اُستاذ الاساتذہ مولانا عطا محمد صاحب چشتی رحمۃ اللہ علیہ تلمیذِ ارشد حضرت استاذ العلما رحمۃ اللہ علیہ کو ڈھونڈ

لائیں۔ مولانا کی تشریف آوری کے بعد ہر طرف سے تشنگانِ علم و معرفت پروانہ وار ٹوٹ پڑے اور عظمتِ رفتہ کی یاد ایک بار پھر تازہ ہوگئی جن کی شعاعوں سے ان کے قلوب حضرت اُستاذ العلما کے دور میں منور ہو چکے تھے۔ اِن حضرات کے علاوہ مختلف ادوار میں جن مدرّسین نے جامعہ کے لیے اپنی خدمات پیش کیں ان میں مولانا مفتی محمد طیب ارشد (کلور کوٹ)، مولانا محمد زمان صاحب (مہرو)، علامہ عطا محمد متین (واں بھچراں)، علامہ محمد دین سیالوی (ونڈہ شاہ بلاول)، مولانا دوست محمد بندیالوی (کوٹ مومن)، علامہ مفتی مسعود احمد تونسوی وغیرہم شامل ہیں۔

علومِ عربیہ کی تعلیم کے ساتھ ساتھ حفظِ قرآن کی تعلیم کا سلسلہ بھی شروع کیا گیا جو اپنے پورے اہتمام سے جاری ہے۔

تعلیم و تدریس کا مبارک سلسلہ الحمد للہ اب بھی رواں دواں ہے۔ ربِّ کریم سے یہی دُعا ہے کہ اِس کانِ علم سے حسبِ روایت علوم و معارف کے خزینے نکلتے رہیں۔

جامعہ مظہریہ اِمدادیہ کے صد سال:-

حضرت فقیہ العصر اُستاذ العلما بندیالوی ﷫ نے ۱۹۱۰ء میں بندیال آ کر تعلیم و تبلیغ کے کام کا آغاز کیا۔ چوں کہ آپ نے اپنی زندگی میں کسی کی اِحتیاج محسوس نہیں کی لہٰذا کوئی اور مدرّس مقرر نہیں کیا گیا۔ اِس لیے کہ آپ تن تنہا پندرہ بیس تک بڑے بڑے اسباق خود پڑھا لیتے یا بعض اوقات علیل ہوتے تو بڑے ساتھی چھوٹے ساتھیوں کو پڑھا دیتے۔ آپ کے اِس دُنیا سے چلے جانے کے بعد عام جامعات کی طرح یہاں بھی پڑھائی کا سلسلہ شروع کیا گیا جو ہنوز جاری و ساری ہے۔ یوں مرکز العلوم والمعارف جامعہ مظہریہ اِمدادیہ کے قیام کو ۲۰۱۰ء میں بہ حیثیتِ مجموعی صد سال مکمل ہو جاتے ہیں۔ متعلقین بندیال کی طرف سے اِس سال کو "سالِ تشکر" کے طور پر منایا گیا ہے۔ ابھی "صد سالہ جشن" کی تقریبات کا اِنعقاد باقی ہے جو ملکی حالات کے باعث ملتوی کر دی گئی ہیں۔ جیسے ہی حالات سازگار ہوں گے اِن شاء اللہ پورے تزک و احتشام سے تاریخی جلسے کا اِہتمام کیا جائے گا۔

جامعہ کی نشاۃِ ثانیہ:-

اِبتدا میں جامعہ کی کل کائنات ایک خام حجرہ اور بوسیدہ برآمدے کے سوا کچھ نہ تھی۔ اب خدا

کے فضل و کرم سے جامعہ کی عظیم الشان بہترین عمارت ہے۔ ان تمام خدمات کا سہرا تاج الفقہا مظہرِ اُستاذ العلما الحاج صاحب زادہ محمد عبد الحق بندیالوی مدظلہٗ کے سر ہے۔ جب کوئی مستقل آمدنی نہ ہو، وسائل محدود ہوں تو ایسے وقت میں اعدا کی یورش سے حوصلے ٹوٹ جاتے ہیں، مگر صاحب زادہ محمد عبد الحق صاحب کا حوصلہ قابلِ داد ہے کہ انھوں نے باوجود مصائب کی آندھیوں کے رونقِ بزم میں کمی نہ آنے دی اور یہ انھی کے دینی جذبہ کا ثمرہ ہے کہ آج بندیال کے ریگ زاروں میں علم کے احمریں گلاب کھل رہے ہیں۔

؎ ہوا تھی تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا تھا

وہ مردِ درویش جسے حق نے دیا اندازِ خسروانہ

فضلائے جامعہ:-

اب تک جامعہ سے کثیر تعداد فضلا فارغ ہو کر مشہور مقامات پر تدریسی اور تبلیغی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ یہاں سب کا ذکر نا ممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ ان میں سے چند ایک کی فہرست پیش کی جاتی ہے:-

۱- تاج الفقہا الحاج صاحب زادہ محمد عبد الحق بندیالوی سجادہ نشین آستانۂ عالیہ بندیال شریف
۲- مولانا الحافظ ابوالفتح محمد اللہ بخش صاحب مہتمم دار العلوم مظفریہ رضویہ، واں بھچراں
۳- اشرف العلما مولانا ابوالحسنات محمد اشرف سیالوی مہتمم جامعہ غوثیہ مہریہ منیر الاسلام، سرگودھا
۴- مولانا حافظ غلام محمد صاحب تونسوی صدر مدرّس جامعہ نصیریہ غوثیہ خواجہ آباد، ضلع میاں والی
۵- شرفِ ملت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
۶- مولانا پیر محمد صاحب چشتی چترالوی مہتمم مدرسہ غوثیہ معینیہ، پشاور
۷- مولانا عطا محمد صاحب قادری مدرّس مدرسہ اسلامیہ رحمانیہ، ہری پور، ہزارہ
۸- مولانا محمد فضل سبحان صاحب صدر مدرّس مدرسہ احسن البرکات، حیدر آباد
۹- مولانا ابوالوفا غلام رسول صاحب سعیدی دار العلوم جامعہ نعیمیہ، کراچی
۱۰- مولانا غلام محمد صاحب خطیب ٹنڈو قیصر، حیدر آباد
۱۱- مولانا قاری حافظ جان محمد صاحب مہتمم مدرسہ حنفیہ رضویہ، بہاول پور

۱۲- مولانا حافظ محمد رمضان صاحب خطیب گوجرہ
۱۳- مولانا شیخ احمد صاحب خطیب چنیوٹ
۱۴- مولانا حافظ محمد حنیف صاحب خطیب بغدادی جامع مسجد قائد آباد
۱۵- مولانا عبدالواحد صاحب خطیب نوری جامع مسجد قائد آباد
۱۶- مولانا محمد منظور احمد صاحب خطیب وصدر مدرس مدرسہ انوار الاسلام، حافظ آباد
۱۷- مولانا محمد شہباز خان صاحب صدر مدرّس مدرسہ حسینیہ رضویہ، شاہ والا ضلع سرگودھا
۱۸- مولانا صاحبزادہ نور سلطان قادری مہتمم مدرسہ انوار باہو، بھکر
۱۹- حضرت صاحبزادہ سیّد غلام حبیب صاحب سجادہ نشین وڑچھ شریف
۲۰- مولانا صاحبزادہ سیّد محمد جمال الدین صاحب کاظمی آستانہ عالیہ خواجہ آباد شریف
۲۱- مولانا حافظ شاہ محمد صاحب خطیب کنیالاں والا
۲۲- مولانا حافظ فیروز الدین صاحب خطیب میمن مسجد، کراچی
۲۳- مولانا محمد امام الدین صاحب خطیب اعظم منڈی چوہڑکانہ

اور ان کے علاوہ فضلا کی ایک بہت لمبی فہرست ہے جو پیش کی جا سکتی ہے۔ اگر مشاہیر فضلاے بندیال کی حیات وخدمات کی ہلکی سی جھلک دیکھنی ہو تو ''قرۃ عیون الاقبال فی تذکرۃ فضلاء البندیال'': مولانا ابو الرضا غلام محمد بندیالوی شرق پوری مطبوعہ جامعہ مظہریہ امدادیہ، بندیال ملاحظہ کریں!

حضرت فقیہ العصر ﷫ کی وفات کے بعد مختصر سے عرصے میں اتنے جید فضلاے کرام پیدا کرنا دراصل حضرت قبلہ فقیہ العصر استاذ العلما کی روحانی توجہ ہی کا نتیجہ ہے۔ ورنہ بغیر وسائل کے اتنے عظیم کام کا سر انجام پانا بڑا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ حضرت استاذ العلما کے تلمیذ رشید حضرت العلامہ عطا محمد صاحب چشتی ﷫ کی ان تھک مساعی اور قابل قدر خدمات نیز حضرات صاحبزادگان کے قابل ستائش خلوص کا ثمرہ ہے جس نے اس ریگ زار فضا کو علمی گلابوں سے مہکا دیا ہے۔ جامعہ کے اس ٹھوس اور تعمیری کام کی نظیر دور دور کہیں نہیں ملتی اس تھوڑے سے عرصہ میں جامعہ کی تدریسی زندگی نے اہل سنت کو بے شمار مدرّسین علما کیے۔ کتب معقولہ اور فنونِ عربیہ کی منتہی کتابوں کی تعلیم اب مدارس سے ناپید ہوتی جا رہی ہے۔ یہ افتخار صرف

دار العلوم جامعہ امدادیہ مظہریہ ہی کو حاصل ہے کہ اس میں معقول ومنقول کی ہر باب میں علیٰ وجہ الکمال تعلیم دی جاتی ہے۔

پُرشکوہ جامع مسجد

جامعہ کی عمارت کے ساتھ ایک وسیع وعریض پرشکوہ جامع مسجد ہے جس کا حال ہی میں توسیع کا کام جدید تعمیراتی فن کے مطابق انجام پایا ہے اور جس کا حسن و جمال دیکھنے والوں کی نگاہوں کو خیرہ کر دیتا ہے۔ اس چھوٹے سے قصبہ میں ایسی عظیم مسجد کی تعمیر اہل بندیال کے ذوق اور بنانے والوں کے عزم کی آئینہ دار ہے۔ یہ مسجد قبلہ استاذ العلما مولانا یار محمد صاحب مرحوم کے اسم گرامی سے مشہور ہے اور آپ کے متعلقین ومریدین اور شاگردوں کی زیارت گاہ ہے۔ بے شمار لوگوں کے لیے رشد وہدایت کا مینار ہے۔ اس مسجد کے ساتھ بے شمار علم کے پیاسوں اور حق تلاش کرنے والوں کی توقعات وابستہ ہیں۔ ملک کے اطراف واکناف سے بے شمار لوگ یہاں آتے ہیں اور دل زندہ کر کے لوٹتے ہیں۔ یہاں آ کر نگاہوں کے سامنے اُستاذ العلما ﷫ کا اسوہ چھا جاتا ہے۔ دلوں میں آپ کی یاد کروٹیں لینے لگتی ہے اور تمام روایات جو فقط آپ کی ذات ہی سے عبارت تھیں ذہن کے آفاق پر پھیل جاتی ہیں۔ پھر سینے میں غبار اُٹھتا ہے اور پلکوں کے راستے بخارات شفق کی رنگت لیے ہوئے بہ نکلتا ہے اور فقیہ العصر استاذ العلما ﷫ کے حضور ایک ہدیۂ عقیدت پیش ہوتا ہے، دل تصور میں آپ کے قدموں میں ہوتا ہے اور روح ان مقامات پر جبیں آسا ہوتی ہے جنھیں آپ کے قدموں نے شرف بخشا تھا، جس راہ سے آپ گزرتے تھے، جہاں آپ نے اعداے رسول پر قہر وغضب کی بجلیاں گرائی تھیں اور غلامانِ رسالت پر مہر وعنایت کے پھول نچھاور کیے تھے، رازی کی تعلیمات دہرائی تھیں، غزالی کا تصوف سکھلایا تھا، ابن سینا کی حکمت سے رُوشناس کرایا تھا اور سیوطی سے تحسین کے پھول لیے تھے۔

یہ مسجد جب تک ارضِ بندیال میں قائم رہے گی علما کے سینے جب تک علم سے آباد رہیں گے، آپ کی یاد باقی رہے گی، آپ کا ذکر زندہ رہے گا اور آسمانِ رحمت سے رضاے الٰہی کے پھول برستے رہیں گے۔

بنا کردند خوش رسمے بہ خاک وخون غلطیدن — خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

شجرة طيّبة اصلها ثابت و فرعها فی السماء

شجرۂ طیبہ خاندانِ چشتیہ صابریہ

سبحانک اللّٰھم و بحمدک اسئلک باسمک الاعظم

نمبر شمار	اسمائے مبارکہ	مدفن مبارک	تاریخ وصال
۱	بجاہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ	مدینہ منورہ	۱۲ ربیع الاوّل
۲	و بجاہ سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ	نجف اشرف	۲۱ رمضان
۳	و بجاہ امام العارفین سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ	بصرہ	۴ محرم
۴	و بجاہ سیدنا عبدالواحد بن زید رضی اللہ عنہ	بصرہ	۲۷ صفر
۵	و بجاہ سیدنا فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ	مکہ معظمہ	۳ ربیع الثانی
۶	و بجاہ سیدنا سلطان ابراہیم ادہم رضی اللہ عنہ	شام	۲۶ جمادی الاولیٰ
۷	و بجاہ سیدنا حذیفہ مرعشی رضی اللہ عنہ	مرعش	۲۴ شوال
۸	و بجاہ سیدنا ابی ہبیرہ بصری رضی اللہ عنہ	بصرہ	۷ شوال
۹	و بجاہ سیدنا ممشاد علو دینوری رضی اللہ عنہ	دینور	۲۴ محرم
۱۰	و بجاہ سیدنا ابی اسحاق شامی رضی اللہ عنہ	مکہ مکرمہ	۲۴ جمادی الثانیہ
۱۱	و بجاہ سیدنا ابی احمد ابدالی چشتی رضی اللہ عنہ	چشت	۳ جمادی الثانیہ
۱۲	و بجاہ سیدنا ابی محمد محترم رضی اللہ عنہ	چشت	۴ ربیع الثانی
۱۳	و بجاہ سیدنا ابی یوسف چشتی رضی اللہ عنہ	چشت	۳ رجب
۱۴	و بجاہ سیدنا مودود چشتی رضی اللہ عنہ	چشت	۵ رجب
۱۵	و بجاہ سیدنا الحاج شریف زندنی رضی اللہ عنہ	زندنہ	۳ رجب
۱۶	و بجاہ سیدنا عثمان ہارونی رضی اللہ عنہ	مکہ معظمہ	۶ شوال
۱۷	و بجاہ سیدنا امام الطریقۃ معین الدین حسن سجزی رضی اللہ عنہ	اجمیر شریف	۶ رجب
۱۸	و بجاہ سیدنا قطب الدین بختیار کاکی رضی اللہ عنہ	دہلی	۱۴ ربیع الاوّل
۱۹	و بجاہ سیدنا فرید الدین شکر گنج رضی اللہ عنہ	پاک پٹن	۵ محرم

نمبر شمار	اسمائے مبارکہ	مدفن مبارک	تاریخ وصال
۲۰	و بجاہ سیدنا مخدوم علاء الدین علی احمد الصابر رضی اللہ عنہ	کلیر شریف	۱۳ ربیع الاوّل
۲۱	و بجاہ سیدنا شمس الدین ترک رضی اللہ عنہ	پانی پت	۱۹ شعبان
۲۲	و بجاہ سیدنا جلال الدین پانی پتی رضی اللہ عنہ	پانی پت	۱۳ ربیع الاوّل
۲۳	و بجاہ سیدنا الشیخ احمد عبدالحق ردولوی رضی اللہ عنہ	ردولی شریف	۱۵ جمادی الثانیہ
۲۴	و بجاہ سیدنا الشیخ عارف بن احمد عارف ردولوی رضی اللہ عنہ	ردولی شریف	۲۱ شوال
۲۵	و بجاہ سیدنا الشیخ محمد بن عارف الردولوی رضی اللہ عنہ	ردولی شریف	۲ جمادی الاولیٰ
۲۶	و بجاہ سیدنا قطب عالم الشیخ عبدالقدوس گنگوہی رضی اللہ عنہ	گنگوہ	۲۳ جمادی الثانیہ
۲۷	و بجاہ سیدنا جلال الدین تھانیسری رضی اللہ عنہ	تھانیسر	۲۴ ذی الحجہ
۲۸	و بجاہ سیدنا نظام الدین بلخی رضی اللہ عنہ	بلخ	۸ رجب
۲۹	و بجاہ سیدنا ابی سعید گنگوہی رضی اللہ عنہ	گنگوہ	یکم ربیع الاوّل
۳۰	و بجاہ سیدنا الشیخ محب اللہ الٰہ آبادی رضی اللہ عنہ	الٰہ آباد	۹ رجب
۳۱	و بجاہ سیدنا الشاہ محمدی الفیاض رضی اللہ عنہ	اکبر آباد	۳ رجب
۳۲	و بجاہ سیدنا الشاہ محمد المکی رضی اللہ عنہ	امروہہ	۱۱ رجب
۳۳	و بجاہ سیدنا الشاہ عضد الدین رضی اللہ عنہ	امروہہ	۲۸ رجب
۳۴	و بجاہ سیدنا عبدالہادی امروہی رضی اللہ عنہ	امروہہ	۴ رجب
۳۵	و بجاہ سیدنا عبدالباری امروہی رضی اللہ عنہ	امروہہ	۱۱ شعبان
۳۶	و بجاہ سیدنا عبدالرحیم شہید ولایتی رضی اللہ عنہ	پشاور	۲۱ رمضان
۳۷	و بجاہ سیدنا مولانا میانجیو الشاہ نور محمد جھنجھانوی رضی اللہ عنہ	جھنجھانہ	۴ شوال
۳۸	و بجاہ سیدنا الشیخ الحاج امداد اللہ چشتی صابری رضی اللہ عنہ	مکہ معظمہ	۱۲ جمادی الثانیہ
۳۹	و بجاہ سیدنا الحاج محمد حسین عمری عزیزی چشتی صابری رضی اللہ عنہ	اجمیر شریف	۸ رجب
۴۰	و بجاہ سیدنا حضرت مولانا یار محمد صاحب بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ	بندیال	۲۲ محرم

۴۱ و بجاہ سیدنا مظہر اُستاذ العلما تاج الفقہا حضرت صاحب زادہ مولانا محمد عبدالحق صاحب بندیالوی مدظلہ العالی

اسنادِ حضرت فقیہ العصر رحمۃ اللہ علیہ

۱-سندِ قرآن وحدیث وفقہ

سند اول: فقیہ العصر علامہ یار محمد بندیالوی ← اُستاذ الکل علامہ ہدایت اللہ جون پوری ← اُستاذِ مطلق علامہ محمد فضل حق خیرآبادی ← سراج الہند شاہ عبد العزیز محدث دہلوی ← اپنے والد ماجد اِمام الہند شاہ ولی اللہ دہلوی سے۔ رحمہم اللہ

سند ثانی: فقیہ العصر علامہ یار محمد بندیالوی ← اپنے مرشد حضرت شاہ محمد حسین اِلہ آبادی سے ← علامہ شیخ قاری عبد الرحمٰن پانی پتی ← شیخ آفاق علامہ شاہ محمد اِسحٰق دہلوی ← سراج الہند حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی ← اپنے والد ماجد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے۔ رحمہم اللہ

سند ثالث: فقیہ العصر علامہ یار محمد بندیالوی ← حضرت شاہ محمد حسین اِلہ آبادی ← علامہ شیخ احمد زینی دحلان مکی ← شیخ عثمان دمیاطی ← شیخ امیر کبیر مصری۔ رحمہم اللہ

سند رابع: فقیہ العصر ← عبید اللہ سندھی ← ابی الخیر ← سیّد نعمان آلوسی ← اپنے والد شہاب سے ← خالد کردی ← شاہ عبد العزیز دہلوی۔

سند خامس: فقیہ العصر ← عبید اللہ سندھی ← ابی الخیر ← اُستاذ العلما مفتی لطف اللہ علی گڑھی ← مفتی عنایت احمد کاکوروی صاحب ''علم الصیغہ'' ← صدر حمید محمد اسحاق دہلوی ← شاہ عبد العزیز محدث دہلوی۔

سند سادس: فقیہ العصر بندیالوی ← مولانا عبید اللہ سندھی ← شیخ رحمت اللہ کیرانوی بانی مدرسہ صولتیہ ← مفتی سعد اللہ ← حسن علی لکھنوی ← شاہ عبد العزیز محدث دہلوی ← حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی۔

۲-سندِ فنون

سند اول: فقیہ العصر علامہ یار محمد بندیالوی ← اُستاذ الکل علامہ ہدایت اللہ جون پوری ← خاتم الحکما معلم رابع علامہ محمد فضل حق خیرآبادی ← اپنے والد علامہ فضل امام خیرآبادی صاحب مرقات فی المنطق سے ← علامہ عبد الواجد خیرآبادی ← حضرت ملا محمد اعلم سندیلی ← بحر

العلوم علامہ ابو العیاش عبد العلی لکھنوی ← اپنے والد اُستاذ الکل علامہ نظام الدین لکھنوی مرتبِ درسِ نظامی ← ملا قطب الدین شہید سہالوی و ملا امان اللہ بنارسی ← ملا دانیال چوراسی ← ملا عبد السلام دیوی ← ملا عبد السلام لاہوری۔ ان سے سلسلہ سند علامہ جلال محمد اسعد محقق الدوانی تک' ان سے علامہ میر سیّد شریف ابی الحسن علی جرجانی تک' ان سے الشیخ الرئیس ابی علی سینا' ان سے معلم ثانی ابی نصر فارابی تک' ان سے ارسطاطالیس تک' ان سے فیثاغورس یونانی' ان سے سیّدنا سلیمان نبی علیہ السلام' ان سے ادریس علیہ السلام تک پہنچا ہے۔

سند ثانی: فقیہ العصر علامہ یار محمد بندیالوی ← مولانا شاہ محمد حسین اِلہ آبادی ← مولانا ابو الحسنات محمد عبد الحی فرنگی محلی صاحبِ ''مجموعۃ الفتاویٰ'' ← اپنے والد علامہ عبد الحلیم بن امین اللہ سے ← اپنے والد مولانا امین اللہ سے ← اپنے چچا مفتی محمد اصغر سے ← اپنے والد مفتی احمد ابی الرحم سے ← مفتی ملا یعقوب بن عبد العزیز ← ملا محمد حسن صاحبِ ''ملا حسن'' فی المنطق ← ملا نظام الدین سے بہ سند سابق۔

سند ثالث: علامہ فقیہ العصر یار محمد بندیالوی ← اپنے اُستاذ علامہ فاضل غلامِ احمد حافظ آبادی سے ← علامہ کبیر مولانا غلامِ قادر بھیروی ← علامہ جلیل غلامِ محمد محی الدین بگوی اور حافظ احمد دین بگوی ← حضرت شاہ محمد اِسحٰق محدث دہلوی اور مولانا غلامِ قادر بھیروی ← مفتی صدرُ الدین آزردہ دہلوی ← علامہ فضل امام خیرآبادی۔ رحمہم اللہ

۳-سندِ طب

فقیہ العصر علامہ یار محمد بندیالوی ← مسیح الملک حکیم اجمل خان دہلوی ← معتمد الملک حکیم علوی خان ← حکیم محمد ہادی شیرازی ← حکیم مرزا محمد نقی موسوی سے بقراط تک' ان سے حضرت سلیمان علیہ السلام تک' اُن سے حضرت ادریس علیہ السلام تک۔

اُستاذ العلما فقیہ العصر علماء و مشاہیر کی نظر میں

۱- صدرُ الشریعت بدرُ الطریقت مصنفِ ''بہارِ شریعت'' حضرت مولانا محمد امجد علی اعظمی خلیفۂ مجاز اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت مولانا علی محمد صاحب مرحوم برادرِ اصغر حضرت علامہ عطا محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان

ہے کہ جب مَیں دورۂ حدیث کی خاطر مرکزِ اہل سنت بریلی شریف اِمام المحدثین حضرت مولانا ابو الفضل محمد سردار احمد صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ایک دن آپ نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کا کون سا ضلع ہے؟ مَیں نے عرض کی کہ سرگودھا۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارے استاذ حضرت مولانا امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ہمارے ایک ساتھی پنجاب کے رہنے والے تھے جو کہ نہایت ذکی الطبع' سریع الفہم فاضل تھے، مگر افسوس کہ جب سے وہ جدا ہوئے ہیں پھر ہمیں ان کا کوئی پتہ نہیں چلا کہ وہ کہاں ہیں۔ کیا آپ کے علاقہ میں کوئی ایسے عالم ہیں جو کہ استاذ الکل حضرت مولانا ہدایت اللہ خان صاحب رام پوری رحمۃ اللہ علیہ کے تربیت یافتہ ہوں؟ مَیں نے عرض کیا: جی ہاں! وہ میرے برادرِ اکبر مولانا عطا محمد صاحب کے استاذِ محترم اُستاذ العلما فقیہ العصر مولانا یار محمد صاحب بندیالوی ہیں جو کہ اِس وقت بندیال ضلع سرگودھا میں جلوہ فرما ہیں۔ یہ سن کر آپ خوشی سے پھولے نہ سمائے۔

۲- عاشقِ رسولِ مقبول' فنا فی الرسول' نائبِ اعلیٰ حضرت' محدثِ اعظم پاکستان حضرت مولانا ابو الفضل محمد سردار احمد چشتی قادری رحمۃ اللہ علیہ بانی جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام، فیصل آباد:

حضرت علامہ صاحب زادہ محمد عبدالحق صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت قبلہ شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ بندہ پر حد درجہ شفقت فرماتے۔ جب بھی لائل پور میں سالانہ جلسہ دستارِ فضیلت منعقد ہوتا تو جلسہ کا اِشتہار اور دعوت نامہ بندہ کو اِرسال فرماتے اور جب بھی حاضر خدمت ہوتا تو نہایت مہربانی سے پیش آتے اور اکثر دفعہ مجھ سے فرماتے: میرا اِرادہ ہے کہ کسی وقت استاذ العلما فقیہ العصر بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ اقدس پر حاضری دوں مگر تقدیرِ الٰہی کہ آپ کی یہ حسرت دل ہی دل میں رہی اور آپ ہمیشہ کے لیے ہمیں داغِ مفارقت لگا گئے۔

حضرت قبلہ شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی جب بھی استاذ الاساتذہ مولانا عطا محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوتی تو بہت خوش ہوتے اور ان سے فرماتے کہ آپ کا اور میرا سلسلۂ تعلیم ملتا جلتا ہے، کیوں کہ آپ کے استاذ قبلہ استاذ العلما فقیہ العصر اور میرے استاذ قبلہ صدر الشریعت دونوں اُستاذ الکل حضرت مولانا ہدایت اللہ خان صاحب رام پوری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔

۴- نازشِ ملک و ملت' بطلِ حریت' شہنشاہِ اقلیم خطابت' سحبان الوقت' خطیبِ ملت حضرت علامہ مولانا ابوالکلام صاحب زادہ سیّد فیض الحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق صدر جمعیۃ العلما

پاکستان و مسند آرائے آستانہ عالیہ آلو مہار شریف ضلع سیال کوٹ:

کسی صاحبِ فن کا پتہ اس کے فن سے چلتا ہے، مصنف کے مقام کا عرفان اس کی تصنیف سے ہوتا ہے، اسی طرح معلم اور مربی کے مقام کا پتہ اس کے حلقۂ درس کے تربیت یافتہ متعلمین سے ہوتا ہے۔ حضرت مرحوم کی شہرت بہ طور ایک انتہائی کامیاب معلم کے اظہر من الشمس ہے۔ منتخب علما کی محافل میں ان کا ذکرِ خیر ہمیشہ احترام و اعتراف کے جذبات کے ساتھ ہوتا ہے اور خواص کے ہاں ان کی ذات کی یہ مقبولیت' ان کے علومرتبت کی واضح دلیل ہے۔ حضرت علمی تفوق کے علاوہ انتہائی خلیق' شفیق اور متوازن شخصیت کے مالک تھے۔ ان کا وجودِ گرامی اہل سنت و جماعت کے لیے باعثِ عزت تھا۔

دِلی دُعا ہے کہ اُن کے فیوض اُن کے متوسلین کے ذریعے جاری اور ساری رہیں! آمین!

فیض الحسن عفی عنہ

۵- اِمامِ اہل سنت' حکیم الامت' مفسر قرآن' شارحِ حدیث' شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ مہتمم جامعہ غوثیہ نعیمیہ، گجرات:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للّٰہ و کفٰی و الصلوۃ و السلام علٰی سیّد الانبیاء محمّد المصطفٰی و علٰی اٰلہٖ و اصحابہ البدرۃ التقی۔ امابعد. زندہ قومیں اپنے بزرگوں کی یادیں زندہ رکھتی ہیں، مردہ قومیں ان کو بھلا دیتی ہیں۔ اسلام نے گزشتہ بزرگوں کی یادگاریں مختلف طریقوں سے زندہ رکھی ہیں۔ سورۃ قصص اور سورۃ نمل شریف اللہ والوں کے ذکر سے بھری پڑی ہیں۔ قربانی' ارکانِ حج' حضرت ابراہیم' اسمٰعیل اور بی بی ہاجرہ علٰی نبینا و علیہم الصلوٰۃ و السلام کی زندہ جاوید یادگاریں ہیں۔ ہم اہل سنت کا طرۂ اِمتیاز یہی ہے کہ ہم لوگ بزرگوں کے ساتھ ان کی یادگاروں کو دفن نہیں کر دیتے، میلاد شریف' گیارہویں پاک' عرسِ بزرگانِ دین اور سوانح عمریوں کی اصل یہی چیز ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

لَقَدْ کَانَ فِیْ قَصَصِھِمْ عِبْرَۃٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ۔

حضرت مولانا صوفی عارف باللّٰہ' شریعت پناہ' طریقت دست گاہ' استاذ العلما مولانا یار محمد صاحب بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے برصغیر ہند و پاک کے ممتاز مشہور بزرگوں میں سے تھے جنھوں نے بڑے بڑے نام ور علما بنائے' جن سے آج دین روشن ہے۔ ضرورت تھی کہ اہل سنت کو ان کے

حالات' برکات' فیوضات اور کرامات سے مطلع کیا جائے۔ خدا تعالیٰ خوش رکھے مولانا ابو الوفا غلام رسول صاحب سعیدی اور ملک محمد اکبر خاں صاحب ساقی کو جنھوں نے یہ اہم کام انجام دیا کہ استاذ العلما حضرت مولانا یار محمد صاحب بندیالوی مرحوم کی یادگار میں کتاب مستطاب ''حیاتِ استاذ العلما'' تالیف فرمائی۔ اللہ رب العزت اس کتاب کو قبول فرمائے۔

ایں دُعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

۱۵ ذوالحجہ ۱۳۸۸ء مطابق ۱۵ مارچ ۱۹۶۸ء بروز جمعۃ المبارک

۶- جامع علومِ عقلیہ ونقلیہ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت العلامہ مولانا الحافظ ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی ﷫ مہتمم جامعہ اُویسیہ رضویہ، بہاول پور:

فقیہ العصر استاذ العلما حضرت العلامہ مولانا یار محمد صاحب ﷫ ان نام ور شخصیتوں میں سے ہیں جنھیں نام سے نہیں کام سے مطلب تھا باوجودے کہ آپ ایک گم نام علاقہ میں زندگی بسر کر گئے لیکن ان کے کارناموں نے ان کو نام ور بنا دیا۔ کاش! یہ بندۂ خدا کسی مرکز پر رونق افروز ہوتا تو آج کی دُنیائے تحقیق کو پتہ چلتا کہ وہ مردِ حق آگاہ کون تھا۔

حضرت مولانا شاہ سلیمان اشرف صاحب سابق صدر شعبۂ عربی مسلم یونی ورسٹی، علی گڑھ خلیفۂ مجاز اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت سیّدنا شاہ احمد رضا قدس سرہما کی روح سے پوچھیے (جس نے اس مردِ مجاہد کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا) تو وہ کہہ اُٹھے گی کہ میدانِ تحقیق میں مولانا مرحوم یکتائے روزگار تھے۔ علوم وفنون کے سمندر بے کنار کا بھی استغنا قابل داد ہے کہ جب مذکور تلمیذ عزیز کو پتہ چلا کہ ان کے آقا فقر وغنا کے بادشاہ ایک غیر معروف علاقہ میں زندگی بسر فرما رہے ہیں تو عرض کی: حضور! یہاں علی گڑھ یا اجمیر شریف تشریف لے آئیے! آپ کی عزت وعظمت کو چار چاند لگ جائیں گے اور دُنیا آپ کی عزت وعظمت کو دیکھ کر رشک کرے گی پھر دُنیا ودولت کا کیا کہنا۔ آپ نے نہایت ہی لاپروائی سے کہلا بھیجا کہ عزیزم! فقیر یہاں اچھا ہے کہ جہاں للّٰہیت ہی للّٰہیت ہے۔

یہی تو وجہ تھی کہ مولوی اشرف علی تھانوی (جس پر دُنیائے دیوبند کو ناز ہے) کو وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کے مختصر جملہ میں علومِ کلیہ کے اثبات ونفی میں ایسا پھنسایا کہ مرتے دم تک اس کو اس کا جواب نہ بن آیا۔ جب حکیم الامت دیوبندیہ ان کے سوال کے جواب کی تاب نہ لا سکا تو پھر باقی

پیروکاروں کو کہاں ہمت کہ اس شیر زیاں کے مقابلہ میں آسکتے۔

آپ کے تعارف میں اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ آپ صوفی کامل عالم عامل حضرت مولانا شاہ محمد حسین صاحب چشتی الٰہ آبادی خلیفۂ ارشد حضرت شاہ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی ﷫ کے خلیفۂ مجاز ہیں اور لطف یہ ہے کہ مولانا شاہ محمد حسین ﷫ کا وصال ہمارے موصوف کی گود میں ہی ہوا، جب کہ اہل دل ان کے وصال کو ایک عجیب کرامت فرماتے ہیں کہ عین سماع میں جان جانِ آفرین کو دے دی۔ ہمارے موصوف نہ صرف علامہ زمان تھے، بلکہ مصلّائے طریقت کے بھی زیب وزینت تھے، مگر دنیوی لالچ کو اپنے اوپر سوار نہ ہونے دیا اور دین کا وہ عہدہ سنبھال لیا کہ شب وروز کی ان تھک کوششوں سے محققین ومدرّسین کی بڑی فوج تیار کر لی جس سے آج پاک وہند کے مدارس علامہ کے مرہونِ منّت ہیں کہ جہاں بھی دیکھو مولانا کے خوشہ چین علما حضرات مدارسِ عربیہ کی مسند سنبھالے بیٹھے ہیں۔ فقط والسلام ذی قعدہ ۱۳۸۷ھ شب سہ شنبہ

نوٹ: چلتے چلتے فقیر نے چند اشارے کر دیے، ورنہ کہاں مولانا بندیالوی مرحوم اور کہاں فقیر اویسی کا قلم۔

۷- فخر اہل سنت' مجاہد ملت' نباضِ قوم حضرت مولانا الحاج ابو داؤد محمد صادق صاحب قادری رضوی مدظلہ العالی خطیب زینۃ المساجد و سرپرست ماہ نامہ ''رضائے مصطفیٰ''، گوجراں والا:

استاذ العلما (فقیہ العصر) حضرت مولانا علامہ یار محمد صاحب بندیالوی ﷫ دنیائے اہل سنت میں ایک نمایاں مقام اور بلند پایہ شخصیت کے مالک تھے۔ آپ نے اپنی ساری زندگی زہد وریاضت' تعلیم وتعلّم اور تبلیغ وعبادت میں گزار دی۔ بہ کثرت مخلوق کو راہ ہدایت دکھائی اور تشنگانِ علم کی پیاس بجھائی۔ آپ کے صاحب زادگان اور تلامذہ علمائے کرام آپ کے علم وفضل کی چلتی پھرتی نشانیاں اور زندہ شہادتیں ہیں۔

مولا تعالیٰ آپ کی دینی خدمات کی آپ کو بہتر سے بہتر جزا عطا فرمائے اور آپ کے فیوض و برکات کے سرچشمہ ''جامعہ امدادیہ مظہریہ'' کو ہمیشہ جاری وساری رکھے! آمین ثم آمین بجاہ حبیبہ الکریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔

۸- مجاہد ملت حضرت مولانا فتح محمد صاحب گولڑوی ﷫ خطیب اعظم راول پنڈی:

سیّدی ومولائی استاذیم حضرت مولانا یار محمد صاحب بندیال والے مرحوم بندہ آپ کی خدمت میں تقریباً اڑھائی تین سال رہا۔ تقریباً یہ وقت ۱۹۳۰ء وغیرہ میں ہوگا۔ حسب ذیل کتب

آپ سے پڑھیں: میر ایساغوجی، قطبی و میر قطبی، ملاحسن، ہدیہ سعیدیہ، شرح جامی، مختصر معانی، حسامی، شرح وقایہ۔

آپ کی صورت اور سیرت دونوں قابلِ تعریف تھیں۔ طرزِ تعلیم یہ تھا کہ اکثر مصلّے پر بیٹھ جاتے اور طلبا حاضر ہو کر اسباق پڑھتے۔ کس قدر مشکل اور ادق کتاب کیوں نہ ہو، متعلم اپنے منشا اور حیثیت کے مطابق عبارت پڑھ دیتا اور آپ تقریر فرماتے۔ بندہ نے آپ کے سامنے کبھی کتاب نہیں دیکھی۔ وہ تقریر اس قدر جامع اور مانع ہوتی کہ متعلم کے لیے ہرگز گنجائش نہ رہتی کہ کوئی اعتراض کر سکے یا کوئی چیز اس کی سمجھ میں نہ آ سکے۔ اگر کوئی متعلم اپنی کم استعدادی یا کم توجہی کی بنا پر کچھ پوچھتا تو آپ ہرگز ناراض نہ ہوتے، صرف اِس قدر فرماتے: ''او بھیڑے! مَیں نے تو تیرے اس سوال کا جواب دے دیا تھا، تو نے خیال نہیں کیا۔ اچھا، پھر سن!'' تمام تقریر کو دہرا دیا کرتے تھے۔ تو بعد از تحقیق معلوم ہوتا کہ واقعی یہ بیان پہلی تقریر میں آ چکا ہے۔ اس قدر تکلیف گوارا فرما لیتے مگر متعلم کی دِل شکنی برداشت نہ ہوتی۔ اگر متعلم میں استعداد ہوتی تو آپ کی تقریر سنتے وقت ایسا معلوم ہوتا کہ جسم کی رگ رگ میں آپ کے بیان کا اثر ہوتا جا رہا ہے۔

اکثر آپ ذرا دیر سے تشریف لاتے اور طلبا شکوہ کرتے رہتے کہ بھلا یہ بھی کوئی پڑھانے کا وقت ہے، آپ ہمیں جواب کیوں نہیں دے دیتے، مگر جب سبق کی تقریر شروع ہوتی تو ہم سب سے پہلے یہ شکر کرتے کہ الحمدللہ سبق پڑھاتے تو ہیں، اگر نہ پڑھاتے تو ہم کیا کرتے۔ آپ اکثر خاموش مگر سر جھکائے ہوئے اللہ کریم کی یاد میں مصروف رہتے۔ علم و عمل، زہد و تقویٰ و دیگر کمالات میں اس قدر برتری کے ہوتے ہوئے انتہائی درجہ منکسر المزاج تھے۔ کبھی کسی صورت میں کسی پر بھی بلندی اور فوقیت کا دعویٰ نہیں فرمایا۔ جب کسی کتاب میں، کسی مسئلہ میں مذاہب یا کسی چیز کے اقسام بیان فرماتے تو حیرت ہوتی تھی کہ کس قدر آپ کو یہ چیزیں یاد ہیں پھر آخر جب اپنی تحقیق بیان فرماتے تو وہ کیف پیدا ہوتا جو میرے بیان سے باہر ہے۔ آپ کی برادری یا دوستی یا محبت کتابوں سے تھی اور طلبا سے بے حد مستغنی مزاج تھے، مگر حسنِ اخلاق اور اپنے خلوص سے پورے ملک کو اپنے فیض سے فیض یاب فرما دیا۔

آپ کے دم اور دُعا میں بڑا اثر تھا۔ اکثر اوقات لوگ حاضر خدمت ہوا کرتے تھے۔ اگرچہ ہم طلبا کو یہ پسند نہ ہوتا تھا، مگر دونوں سے مہربانی فرماتے۔ جمعہ کے دن تقریر فرمایا کرتے۔ جناب

حبیبِ خدا ﷺ سے اس قدر عشق و محبت کہ اکثر بیان فرماتے آپ پر گریہ طاری ہو جاتا تھا اور مضمون پورا نہ ہو سکتا۔ دور دراز علاقوں کے پرانے جھگڑے جو مدتوں سے برادریوں میں چلے آئے تھے فیصلے کے لیے آپ کی خدمت میں پیش ہوتے۔ اکثر فریقین کو بلایا جاتا اور کبھی خود موقع پر تشریف لے جاتے۔ فیصلہ سنانے سے پہلے فریقین کے رُو بہ رُو ایک تقریر فرماتے اور پھر فیصلہ سنا کر فریقین کو آپس میں راضی کر کے روانہ کرتے تھے گویا ان لوگوں میں لڑائی ہوئی ہی نہیں۔

رات کا اکثر حصہ مطالعہ اور نوافل میں گزر جاتا۔ کتابوں سے اس قدر تعلق تھا کہ طلبا کی شناخت بھی بذریعہ اسباق ہوتی تھی، ورنہ طلبا کے نام وغیرہ یاد نہیں ہوتے تھے۔ دین کے خلاف بات برداشت نہ ہوتی مگر اس کے علاوہ آپ کو کبھی غصہ میں نہ دیکھا۔ بندہ نے آپ کو مسکراتے ہوئے تو دیکھا مگر قہقہہ لگانے کی کوئی نوبت نہ آئی۔ جب کبھی کسی نیاز مند نے کوئی خدمت کی اور خوش ہوتے تو یہی فرماتے: اللہ تعالیٰ تم پر راضی ہو! مگر آپ کے یہ الفاظ ہوتے: اللہ تعالیٰ راضی ہووی! ان دُعاؤں سے بہت سے لوگوں نے فائدے حاصل کیے اور کر رہے ہیں۔

بندیال کے ماحول میں بڑے دشوار حالات پیش آئے مگر الحمدللہ آپ نے بڑی جواں مردی سے مقابلہ کیا اور آخر غالب آئے۔ آپ کسی ایک فن میں نہیں بلکہ ہر فن میں کامل اور ماہر تھے۔ بندہ کو تو یہ الفاظ کہنے کی ہمت اور جرأت نہیں، یہ عقیدہ اہلِ علم لوگوں کا تھا۔ دور علاقوں سے آنے والے لوگوں سے ان کی عقل اور حیثیت کے مطابق بات ہوتی تھی۔ آپ کے تعویذات میں اس قدر اثر تھا کہ اکثر مخالف بھی ظاہر نہیں تو در پردہ تعویذات لے جاتے اور انھیں فائدہ ہوتا۔ بڑے قابل اور لائق طلبا دور دراز علاقوں سے آ کر تعلیم حاصل کرتے۔ ملتجی دعا فتح محمد راولپنڈی

۹۔ الفاضل الوحید العلام الفرید حضرت مولانا الحاج الحافظ غلام مہر علی صاحب گولڑوی رحمہ اللہ خطیبِ اعظم چشتیاں شریف:

رئیس العلماء سند الفضلاء الاستاذ الشهیر و الشیخ الکبیر یار محمد رحمه الله تعالی: ولد العلامة یار محمد بن سلطان محمد بن شاه نواز بقصبة بندیال من قصبات مدیریة میاں والی سنة الهجریة سبع و تسعین بعد الالف و المائتین حفظ القرآن المجید بقریة پکه من مضافات میاں والی و الکتب الابتدائیة علی المولوی محمد امیر مصنّف الرسالة الامیریه المنظومة فی

الصرف بقرية جهنذير من مضافات ملتان و بعض العلوم بقرية پنجاں من مضافات جهلم والبعض على الفاضل عبيد الله السندهى ثم رحل الى لاهور و اخذ الفنون العالية عن الاستاذ الشهير غلام احمد الحافظ آبادى المدرّس فى المدرسة النعمانية بلاهور ثم انتقل الى استاذ الكل امام الفن رئيس العلماء العلامة هداية الله الرام پورى فاكمل عليه جميع العلوم والفنون برام پور و بهر فى العلوم كانه صار بحر العلوم و بدر النجوم و بعد الفراغ رحل للبيعة فى الطريقة الى اله آباد فبايع على يد مرشد العصر قبلة الاصفياء و كعبة العرفاء الشيخ محمد حسين الاله آبادى خليفة العارف الشهير و الشيخ الكبير الحاج امداد الله المهاجر المكى رحمهم الله فشرف عن حضرته بالخلافة و اجازة الارشاد بعد اقامته فى حضرته ثلث سنين و بعد الفراغ درس العلوم زمانا فى مدرسة نواب رياسة ٹونك ببلدة ٹونك و مدة ببلدة بهوپال ثم انتقل الى موطنه بنديال و افاض العلوم فيها ثلاثين سنة و ما بحث باحد فى المسائل العلمية الا غلب عليه كان بحرا بلا ساحل سمعت عمن اثق به ان العلامة يار محمد وقع المكالمة بينه و بين رئيس المنكرين اشرف على التهانوى فقال له: ان عقيدة العلم الكلى لنبينا ﷺ ما تقول فيها؟ فقال التهانوى: انها شرك. قال العلامة: ان لفظ الاسماء فى قوله تعالٰى: وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا جمع معرف بلام الاستغراق و مؤكد بلفظ الكل الذى لا يحتمل التخصيص فهٰذا علم كلى ثابت للنبى فكيف تكون شركا و كفرا؟ قال التهانوى: ان علم الاسماء لا يثبت به علم المسميات فهو غير مفيد للانكشاف التام. قال العلامة: هذا غلط فاحش لان علم المسميات ايضا ثابت بهٰذا النص لسيّدنا آدم كما قال الله تعالٰى: ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِئُوْنِىْ بِاَسْمَآءِ الاية ثم قوله لادم: اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ صريح فى ان جميع المسميات احضرت فى حضرته فعلم كلها فسكت التهانوى و ايضا سمعت عمن اثق به ان رجلا قال فى حضرته ان علم الله تعالٰى دائمى فان سلم العلم الدائمى لسيد الانبياء يلزم الشرك فقال العلامة ان الدوام

يصلح صفة العلم يمكن فيه الانقطاع و هذا لا يليق فى شان علم الواجب الوجود فعلم الله تعالٰى ضرورى ثابت منزه عن امكان الانقطاع فان سلم العلم الدائمى لنبينا الكريم عليه الصلوٰة و السلام لايلزم الشرك اصلا و كذٰلك له مباحث علية۔ اخذ العلوم عنه خلق كثير منهم العلامة الحافظ عطا محمد الجشتى المدرّس فى المدرسة الامدادية المظهرية ببنديال و العلام الشهير العلامة ابو الحقائق محمد عبد الغفور الهزاروى مهتمم الجامعة النظامية و خطيب المسجد الجامع بوزير آباد و المولوى احمد شاه الديوبندى بقريه چوكيرة من مضافات سرگودها و مفتى الديوبندية محمد شفيع بسرگودها و المولوى محمد يٰسين الديوبندى بقرية وان بهچران بمديرية ميان والى و الفاضل عبد الحق بقرية پير زئى من مضافات كيمبل پور و الفاضل السيد وارث على الساكن عيسٰى خيل و الفاضل محمد سعيد بقرية ملتان الصغير من مضافات كيمبل پور وغيرهم من الافاضل و بعد اشاعة العلوم و فيضان الفنون رحل العلامة يار محمد الى الدار الأخرة سنة الهجرية سبع و ستين بعد الالف و ثلث مائة۔(اليواقيت المهرية شرح الثورة الهندية رقم الصفحة:۳-۱۰۲)

۱۰- فخر الاتقیا والاصفیا فقیر سلطان علی صاحب خلیفۂ مجاز قبلہ عالم غلام حسین رحمۃ اللہ علیہ (سواگ شریف) موضع شاہ والا

آپ فرماتے ہیں کہ حضرت فقیر میاں احمد الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اُترا والے جو کہ ایک خدا رسیدہ مشہور زمانہ ولی کامل تھے اور ان کی کرامات کا شہرہ علاقہ بھر میں عام ہے، حضرت قبلہ اُستاذ العلما فقیہ العصر بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ موضع اترا میں تشریف لے جاتے تو حضرت میاں صاحب کہتے کہ مولانا یار محمد صاحب بندیالوی نائب رسول ہیں۔ اکثر دفعہ یہ کلمات طیبہ حضرت میاں صاحب فرماتے تھے۔

یہ تاثرات ایک کامل مردِ خدا کے ہیں۔ ان سے حضرت استاذ العلما مرحوم کی عظیم شخصیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

نیز آپ فرماتے ہیں کہ ہمارے چچا صاحب مولوی محمد علی صاحب ایک درویش صفت اور

خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ جب حضرت قبلہ استاذ العلما بندیالوی مرحوم ہندوستان سے تشریف لائے تھے تو اس دوران کسی نے مولوی محمد علی صاحب سے عرض کی کہ جناب! لڑکوں کی تعلیم کے لیے کسی مولوی صاحب کا تقرر ضروری ہے۔ تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ اب ہمیں کسی عالم کی چنداں ضرورت نہیں، کیوں کہ اب تمام ہندوستان یہاں آرہا ہے اور اشارہ حضرت قبلہ بندیالوی کی طرف تھا۔

حضرت مولانا مرحوم کے اس واقعہ سے استاذ العلما کی جلالت علمی کا پتہ چلتا ہے۔

انہی فقیر سلطان علی صاحب کا بیان ہے کہ مولوی گل جہان صاحب مٹھ جاہ والے ایک دفعہ بندیال حضرت فخر الاصفیا و الاولیا اُستاذ العلما ﷫ کی خدمت میں کسی مسئلہ شرعیہ کی تحقیق کے لیے حاضر ہوئے اور جب شاہ والا تشریف لائے تو بعد از ادائے نماز کافی اجتماع تھا کہ مولوی صاحب کانوں کو پکڑ کر بہ آواز بلند فرمانے لگے: اے اللہ! میری توبہ۔ اے اللہ! میری توبہ۔ مَیں نے پوچھا: مولوی صاحب! آج کیا بات ہے؟ تو فرمانے لگے: قبل ازیں اُستاذ العلما فخر الاولیا و الاصفیا کی خدمت میں حاضری کا موقع نصیب نہ ہوا تھا اور لاعلمی کی وجہ سے بعض اوقات حضرت کی شان میں ناشائستہ کلمات صادر ہو جاتے تھے۔ آج جب حضرت کی زیارت کی تو آپ کو علم و عرفان کا سمندر پایا، جب مسائل کی تحقیق فرماتے تو عقل دنگ رہ جاتی، مسئلہ کے جس پہلو پر توجہ فرماتے، دلائل کے انبار لگا دیتے۔ فلاں امام نے یوں کہا، فلاں نے یوں کہا، فلاں کی یہ تحقیق ہے اور فلاں کی یہ تحقیق اور ویسے بھی ایک فرشتہ سیرت انسان ہیں۔ مَیں اللہ کریم سے معافی مانگ رہا ہوں کہ اے اللہ! آج سے قبل جو کلمے مجھ سے حضرت کے بارے میں گستاخانہ صادر ہوئے ہیں مجھے معاف فرما!

واضح رہے کہ مولوی گل جہان صاحب مائل بہ دیوبندیت تھے، لیکن قبلہ حضرت کا شان تھا کہ ان کی جلالت علمی اور عرفانی کا لوہا مخالفین کو بھی ماننا پڑتا تھا۔

*****

نذرانۂ عقیدت

بہ حضور جناب فقیہ العصر اُستاذ العلما مولانا یار محمد بندیالوی ﷫

از رشحاتِ قلم: اجمل خاں رضوی

مرحبا صد مرحبا اے سر زمین بندیال! — تیری مٹی سے ہوا ہے مردِ کامل کا ظہور

جس نے اندھیرے اُجالوں میں بدل کر رکھ دیے — جس کے دم سے ہو گئے تاریک گوشے نور نور

سرورِ کونین کا وہ عاشق و دم ساز تھا — توڑ ڈالا اُس نے اُٹھ کر شیخ نجدی کا غرور

مولانا احمد رضا کے مسلکِ حق کا نقیب — جس نے ڈنکا اہل سنت کا بجایا دُور دُور

اُس کے خطبوں سے جھلکتا تھا محبت کا پیام — اُس کے نغموں سے چھلکتی تھی مئے کیف و سرور

کیا نشہ ملتا ہے ہائے یہ تو اس سے پوچھیے — جس کو بخشا ہو کبھی ساقی نے بادۂ طہور

زندگی بھر اللہ والوں کا نشاں بن کر رہا — آج بھی اس کی لحد ہے رشکِ صد جلوۂ طور

قبلہ اُستاذ العلما شیخ قرآن و حدیث — جن کے تلمیذِ رشید ہیں مولانا عبد الغفور

مولانا یار محمد پیکرِ عشق حبیب — نام ان کا ہے دلیل قرب درگاہِ حضور

جو محمد کا ہوا محشر میں ہوگا ان کے ساتھ — ہست فرمانِ جنابِ شافع یوم النشور

اولیاء اللہ کے دم سے باغِ ایماں میں بہار — خاک جانے وہ جو جس کی عقل ناقص میں فتور

اولیا پوشیدہ ہو کر زندۂ جاوید ہیں — وہ بتاتے ہیں جو ہیں دانائے احوالِ قبور

جو شگوفے پھوٹتے ہیں زندگی کے باغ میں — پھول بن کر ان کو مرجھانا بھی ہوتا ہے ضرور

خلد میں شاداں رہے وہ کملی والے کے طفیل — اُس کے مرقد پر ہو اجمل رحمتِ ربِّ غفور

ریحانِ عقیدت

از:- زُبدۃ الفضلا عمدۃ العلما مولانا علامہ ابوالضیا محمد باقر صاحب

صدر المدرّسین مدرسہ عربیہ حنفیہ فریدیہ بصیر پور ضلع ساہی وال

خدا خود عارف خویش آفریدہ بہر مشتاقاں — بہ عالم مردِ درویش آفریدہ از پے پاکاں

ز امواج بجورش گشت عالم سیر تا لب ہا — کہ افسردہ آلی بالتوالی روزہا شب ہا

کمالائش شاہائش نگر اندر عطاہائش[1]	دلیل اہلِ حکمت بوسۂ دیوار و درہائش
نہ بندیال و ہزارہ[2] از فیوضش جام نوشیدہ	کہ از ابرِ یشمش بُردے بہ خاص و عام بخشیدہ
حکیمے بود زندہ کرد ابوابِ غزالی را	بہ سوز خویش تازہ کرد آدابِ بلالی را
اگر یارِ محمد نامدے بایں چنیں شانے	دراں سونامدے کس نامدارے بایں چنیں شانے
ضیا یونانِ نو آں مرد ایں جا کرد ایجادے	زیادش از غزالی، رومی، رازی، آدم یادے

۱- اشارہ الی العلامۃ مولانا عطا محمّد البندیالوی رحمہ اللّٰہ

۲- اشارہ الی العلامۃ محمّد عبد الغفور ہزاروی ہزاروی رحمہ اللّٰہ

گلِ عقیدت

از:- علامہ ابوالسہیل محمد مقصود احمد قادری سابق خطیب داتا دربار، لاہور

جامع علم و عرفان عالمِ علم بطون	شیخ کامل، مردِ عارف، فاضل حکم فنون
نیر افلاک تحقیق و تدقیق علوم	سیّد اصحاب تثلیث[1] و تربیع فہوم
شاہ باز قدس فانی فی الرسول	سرفراز نور دائم فی الوصول
گشت پراں عقل او در علوم	گشت بالا علم او از ذی فہوم
فَقِیْہُ الْعَصْرِ فَرد الدَّھرِ اُستَاذُ الْعُلَمَاء	اَغْصَانُ عِلْمِہِ الوَاصِلُ[2] اِلٰی اَوْجِ السَّمَاء
کَانَ ضِرْغَامًا بَسِیْلاً فِی الْعُلُوْمِ حَتّٰی	لَمْ یَحْتَبِیْ مِنَ الْفُحُوْلِ طُرًّا
اَسْکَتَ التَّھَانَوِیَّ[3] فِی الْعُلُوْمِ قَطُّ	مَاتَ وَ لَمْ یَقْدِرْ اُمَّتُہٗ بَعْدُ
حَتّٰی السُّھَیْلِ رَتًّا بَلْ فَوْقَہٗ	فِی الْعِلْمِ وَ لَمْ نَجِدْ مِثْلَہ
اُدْعُوا اللّٰہَ طِیبَ ثَرَاہُ	وَ اَرْجُوْا رَبِّی الْفِرْدَوْسَ مَثْوَاہ

۱- یعنی اہل ہندسہ اور وہ علما جنھیں ہندسہ میں مہارت تامہ حاصل ہے۔

۲- اصل میں الواصلۃ ہے، ضرورتِ شعری کی وجہ سے تا کو حذف کیا گیا ہے۔

۳- اشرف علی

*****

وقف کیں اُن کے بے پناہ درد اور خلوص بھرے ناقابل فراموش کارنامے اُمت کے سامنے پیش کرنا نیز روایت سے ہٹ کر اَسلاف علماء وفضلا کی تاریخی حیثیت کی گم گشتہ علمی فنی زرّیں تحقیقات کو دریافت کر کے زندہ کرنا، خلافت (اِسلامی نظام ہائے حیات) کی کرامات ومحاسن سے لوگوں کو آگاہ کرنا اور عالمی میڈیا پر جہاد اور دہشت گردی کے فرق کو واضح کرنا نیز جہاد کی حقیقی فکر کو زندہ رکھنا اور 'اِسلامی پاکستان' کے خواب کو حقیقت میں بدلنے کے لیے کوششیں کرنا [جس کے حصول کے لیے ہمارے بزرگوں نے اپنی جانوں کے قیمتی نذرانے تک پیش کر دیے، لیکن بدقسمتی سے پاکستان کی 64 سالہ تاریخ (66 سال قمری) میں وہ پاکستان ہمیں ایک لمحہ کے لیے بھی نصیب نہیں ہوسکا]؛ یہ اِس اِدارہ کے عظیم مقاصد میں شامل ہے۔

علمائے اِسلام کے اُردو زبان وادب کے بھی ایسے کئی نادر ونایاب شہ پارے سامنے لائے جائیں گے، جو فن اور تخلیق میں اپنا نام اور مقام رکھتے ہیں۔ نیز علم وتحقیق کا ہر وہ چھوٹے سے چھوٹا گوشہ جس کی اہمیت سے لوگ تغافل یا تساہل برت رہے ہیں، اُس پر جدید سائنٹفک انداز میں کام کر کے اُس میں محققین کے لیے نئی جہات تلاش کرنے کا پروگرام بھی اِدارہ کے مشن کا حصہ ہے۔

''دارُ الاسلام'' کسی وقتی عمل کا نام نہیں بل کہ ناگزیری وجوہ کی بنا پر قائم کیا گیا ایک اِدارہ ہے، ایک مستقل تحریک ہے۔ ایسے دور میں کہ جب گم راہی حتی کہ بے دینی ایک مضبوط اور منظم منصوبے کے تحت کوچہ کوچہ، گھر گھر منتقل کی جارہی ہے، باطل کے کارندے خفیہ اور علانیہ؛ ہر ممکن طریقے سے حق کو دبانے کی مکروہ سازشیں کررہے ہیں، ستم بالائے ستم یہ کہ باطل پر حق کا لیبل چڑھا کر پیش کیا جارہا ہے، ایسے حالات میں ایک ایسے اِدارے کا قیام عالم اِسلام کے لیے مبارک بھی ہے اور نہایت اہم بھی، جو ہر سُو صحیح اِسلامی تعلیمات کا اِبلاغ اعلیٰ صحافتی معیاروں کو پورا کرتے ہوئے کرے اور جہاں کہیں باطل اپنے ناپاک عزائم میں کام یاب ہوا ہے یا اپنے پاؤں جمانے کی کوشش کر رہا ہے، اُس کا خاتمہ کر کے وہاں اِسلامی قدروں کو اُجاگر کرے۔

اپیل! ''دارُ الاسلام'' اُن اصحابِ علم کی نگارشاتِ قلم کے تحفظ کا فریضہ کفایہ ادا کر رہا ہے جن کی نسبت حدیثِ مصطفیٰ ﷺ میں ہے:۔ وُزِنَ حِبْرُ الْعُلَمَاءِ بِدَمِ الشُّهَدَاءِ فَرَجَحَ عَلَيْهِمْ۔ (خطیب عن ابن عمر رضی اللہ عنہما)
''علما کے قلم کی روشنائی کو شہدا کے خون سے وزن کیا گیا تو وہ اُن پر بھاری پڑ گئی۔''

(الجامع الصغیر 2/571، رقم الحدیث: 9619)

اہل اِسلام سے اپیل کی جاتی ہے کہ ''دارُ الاسلام'' کے ساتھ مل کر دِین متین کی بہترین اِشاعت وترویج کے لیے اپنی حلال کمائی کا کچھ نہ کچھ حصہ لٹریچر کو عام کرنے میں صرف کریں! یقیناً یہ کام آپ کے مالی تعاون اور عزت افزائی کے بغیر ممکن نہیں۔ کیوں کہ یہ وہ دور ہے جس کے بارے نبی آخر الزماں ﷺ پیشین گوئی فرما چکے ہیں کہ ''آخری زمانے میں دِین کا کام بھی درہم ودینار کے بغیر نہیں چلا کرے گا۔'' (کشف الخفاء 2/366، رقم الحدیث: 3269)

موجودہ حالات میں اِس سلسلۂ خیر وبرکت کو آگے بڑھانے کے لیے علم دوست مشائخ، علما، طلبا، اُمرا، مہتممین اِدارات ومنتظمین محافل کو خاص توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اِدارہ اُمید دِلاتا ہے کہ اگر عوام وخواص شعبۂ تحقیق کی اہمیت کو سمجھ کر اِس میں اپنا کردار ادا کرنا شروع کر دیں تو ہماری علمی حالت جو پچھلے کچھ عرصے سے باعثِ خفت بنی ہوئی ہے اِن شاء اللہ بہت جلد اِس طرف بھی ایک نیا جہان آباد ہو جائے گا۔

(متوفی 1358ھ/1939ء) سابق صدر شعبہ علوم اسلامیہ مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ

4- شَرْحُ الْمِرْقَاةِ (شَرْح شَمْس الْعُلَمَاء)

لِشَمْسِ الْعُلَمَاء الْمَوْلَوِی مُحَمَّد عَبْد الْحَقّ الْعُمَرِی الْخَيْرابَادِی

وَيَلِيْه: رسالة فی الوُجُوْدِ الرَّابِطِی لِلسَّيِّدِ اَبِیْ مُحَمَّد بَرَكَات اَحْمَد التُّونكِی رَحِمَهُمَا اللّٰهُ

5- عوامی غلط فہمیاں اور اُن کی اصلاح: مولانا تطہیر احمد رضوی بریلوی مدظلہ

6- امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ: ایک ہمہ جہت شخصیت: کوثر نیازی (سابق وزیر اُمورِ مذہبی)

مع: محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خاں کا پیغام

7- ابحاثِ ضروری: حافظ ولی اللہ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، محشی: مولوی فقیر محمد جہلمی رحمۃ اللہ علیہ

تحقیق وتسہیل: پروفیسر مولانا خورشید احمد سعیدی (لیکچرار انٹرنیشنل اسلامک یونی ورسٹی، اسلام آباد)

8- الروض المجود (وحدۃ الوجود): علامہ محمد فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ، مترجم: حکیم سید محمود احمد برکاتی

9- علامہ فضل حق خیر آبادی: چند عنوانات: خوشتر نورانی علیگ (مدیر اعلیٰ ماہ نامہ "جام نور"، دہلی)

10- حیاتِ اُستاذ العلما مولانا یار محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ: علامہ غلام رسول سعیدی

11- عربی محاورات مع ترجمہ وتعبیرات: مولانا اُسید الحق محمد عاصم قادری بدایونی زیرِ طبع

12- رسائل (خیر الامصار مدینۃ الانصار، الستۃ الضروریۃ فی المعارف الخیوریۃ، حفظ المتین عن لصوص الدین)

مولانا خیر الدین خیوری دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (والد ابوالکلام آزاد) مع: حالات از راجا رشید محمود "

13- کلیاتِ کافی: سلطانِ نعت گویاں حضرت مولانا سید کفایت علی کافی مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ

مع تذکارِ حیات وکمالات (نثریات ونظمیات) جمع وتحقیق: محمد رضاء الحسن قادری "